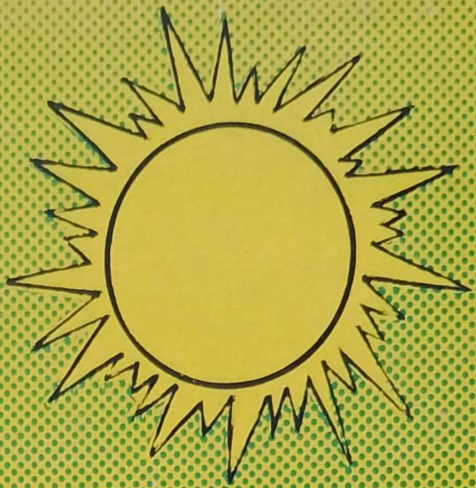

تفہیم الکتاب ۴

جلد ۴

بائبل کا پیغام

CamScanner

تفہیم الکتاب

جلد نمبر ۴

بائبل کا پیغام

از: جان - آر - ڈبلیو سٹاٹ

ترجمہ: وِکلف اے سِنگھ

ناشرین

مسیحی اشاعت خانہ

۳۶ فیروز پور روڈ، لاہور ۵۴۶۰۶

طابع ———— اے۔ این والٹر

مطبع ———— مکتبۂ جدید پریس لاہور

بار ———— اوّل

تعداد ———— ۲ ہزار

قیمت ———— پانچ روپے

سنہ ۱۹۸۸ء

سِلسلۂ **تفہیمُ الکتاب** ذیل کی کِتابوں پر مُشتمل ہے:

جِلد نمبر ۱۔ بائبل کا مقصد اور مقام

جِلد نمبر ۲۔ بائبل کا پُرانا عہد نامہ

جِلد نمبر ۳۔ بائبل کا نیا عہد نامہ

جِلد نمبر ۴۔ بائبل کا پیغام

جِلد نمبر ۵۔ بائبل کا اِستعمال

پیش لفظ

ہماری رُوحانی زندگی اِس لئے عامیانہ ہے کیونکہ ہمارا مسیح کے بارے میں تصوّر عامیانہ ہے۔ چونکہ ہم مسیح کے بارے میں گھٹیا اَور معمُولی نظریات رکھتے ہیں اِس لئے ہم رُوحانی طور پر مُفلِس ہیں۔ ایسا معلُوم ہوتا ہے کہ آج کل کلیسیا یسُوعؔ مسیح کی عظمت کو نہیں سمجھتی۔ وُہ نہیں جانتی کہ اِس کا کیا مطلب ہے کہ وُہ کائنات کا خُداوند اَور کلیسیا کا خُداوند ہے جس کے سامنے ہمارا مقام یہ ہے کہ اَپنے مُنہ کے بَل خاک میں گِرے رہیں۔ اَور نہ ہمیں اُس کی فتح کا ایسا اندازہ ہے جیسے کہ نئے عہدنامہ میں اُسے بیان کیا گیا ہے کہ سب چیزیں اُس کے پاؤں کے نیچے کر دی گئی ہیں، لہٰذا اگر ہم مسیح سے پیوست ہو گئے تو پھر سب چیزیں ہمارے بھی پاؤں کے نیچے ہیں۔

ایسا لگتا ہے کہ آج کل ہماری سب سے بڑی ضرُورت یسُوعؔ مسیح کی وسیع رُویا ہے۔ ہمیں اُسے اَیسے دیکھنا ہے کہ اُس میں خُدا کی ساری معمُوری سکُونت کرتی ہے اَور اُسی میں ہم زِندگی کی معمُوری پاتے ہیں (کلسیّوں ۱:۱۹؛ ۲:۹-۱۰)۔

صِرف ایک ہی راستہ ہے جس کے ذریعہ ہم یسُوعؔ مسیح کا صاف، درُست اَور اعلیٰ تصوّر حاصِل کر سکتے ہیں اَور وُہ ہے بائبل مُقدّس۔ بائبل میں ہم خُداوند یسُوعؔ مسیح کی خوبصُورت تصویر دیکھتے ہیں۔

اُس کو اُس کی پُوری معمُوری میں دیکھنے کے لئے ضرُوری ہے کہ ہم اُسے اُسی طرح دیکھیں جس طرح کہ خُدا اُسے پیش کرتا ہے۔ اُس نے یسُوعؔ مسیح کو ایک خاص جُغرافیائی، تارِیخی اَور دینیاتی سیاق و سباق میں دُنیا کو دِیا۔ باالفاظِ دیگر اُس نے اُسے ایک خاص جگہ (فلسطین)، ایک خاص وقت (صدیوں کی یہودی تارِیخ کی معراج) اَور انسان پر اپنے بتدریج مکاشفہ کے ایک خاص مرحلے پر بھیجا۔ پس اِس سِلسلہ کی پانچ کُتب کا تعلق بائبل کے جُغرافیہ، تارِیخ، دینیات، اِختیار

اَور اِستعمال سے ہے۔

اِن کا مقصد یہ ہے کہ اُس پسِ منظر کو پیش کیا جائے جس میں خُدا نے مسیح کو بنی نوعِ انسان کے پاس بھیجا تاکہ قاری اُس پسِ منظر سے آگاہ ہو کر اس سے زیادہ بہتر طور پر رُوشناس ہو جائے اَور یُوں دُوسروں کے سامنے اُس کو اُس کی جلالی معمُوری میں پیش کرنے کے زیادہ قابل بنے۔

—— مُصنّف ——

فہرستِ مضامین

		صفحہ
	بائبل کا پیغام	۷
۱	زندہ اور یکساں خدا	۹
۲	مخلصی	۱۶
۳	فرزندیت	۱۸
۴	سرفرازی	۲۳
	بائبل کا اختیار	۲۷
۱	مکاشفہ، الہام، اختیار	۲۸
۲	تین منفی پہلو	۳۰
۳	بائبل کے اختیار پر شہادتیں	۳۴
۴	پُرانے عہدنامے پر مسیح کا نظریہ	۳۶
۵	نئے عہدنامہ کے لئے مسیح کا انتظام	۳۹
۶	رسولوں کے اختیار کی تصدیق	۴۴
۷	چند نتائج	۴۷

بائبل کا پیغام

چونکہ بائبل مقدس کافی کتابوں کا مجموعہ ہے اور اسے متعدد مصنفین نے ایک ہزار سے زائد سال کے عرصہ میں تحریر کیا، اس لئے بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسے اختصاراً ایک باب میں بیان کرنا تو رہا ایک طرف، ہم اسے ایک موضوع کے تحت بھی بیان نہیں کر سکتے۔ علاوہ ازیں وُہ کہتے ہیں کہ کیا عہدِ عتیق اور عہدِ جدید میں تضاد نہیں پایا جاتا؟ کیا عہدِ عتیق یہوواہ کو غضب اور عدالت کے ہیبتناک خدا کے طور پر پیش نہیں کرتا جو ہمارے خداوند یسوع مسیح کے خدا اور باپ سے قطعی مختلف ہے؟ ہم کوہ سینا کی گرجوں کا، یسوع مسیح کی حلیمی اور فروتنی کے ساتھ کیسے مقابلہ کر سکتے ہیں؟

مجھے اُمید ہے کہ جب میں اس کتاب میں بائبل کی حیران کن یگانگت اور ہم آہنگی کو بیان کروں گا تو ان سوالات کا جواب مل جائے گا۔ فی الحال بائبل کے اپنے دعوے ہی کو پیش کرنا کافی ہوگا کہ یہ نہ تو تضادات کی پوٹلی ہے اور نہ خدا کے بارے میں انسانی خیالات کا مجموعہ بلکہ اس میں خدا نے سچائی کا بتدریج انکشاف کیا ہے۔

بلاشبہ، بائبل میں ترقی پائی جاتی ہے۔ مثلاً بے دین قوموں کے کئی خداؤں کو ماننے کے مقابلہ میں عہدِ عتیق میں خدا کی وحدت پر بہت زور دیا گیا ہے۔ اور اگرچہ عہدِ عتیق میں تثلیث فی التوحید کے اشارے موجود ہیں تاہم اسے عہدِ جدید میں ہی صفائی سے بیان کیا گیا ہے۔ پھر اناجیلِ اربعہ میں مسیح نے جو تعلیم دی اُس کی ترقی ہمیں خطوط اور یوحنا کی انجیل کے دیباچہ میں ملتی ہے جس کے ذریعہ ہم مسیح کی شخصیت اور اُس کے کاموں کو زیادہ بہتر طور پر سمجھتے ہیں۔ یہ بعین وہی بات ہے جس کی اُمید ہمیں خداوند مسیح نے بالاخانہ پر اپنے شاگردوں سے یہ کہتے ہُوئے دلائی تھی کہ

"مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہے مگر اب تم اُن کی
برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وُہ یعنی سچائی کا رُوح
آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا۔ اسلئے کہ وُہ اپنی

طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سُنے گا وہی کہیگا اور تمہیں
آئندہ کی خبریں دے گا۔ وُہ میرا جلال ظاہر کرے گا۔ اِسلئے کہ
مجھ ہی سے حاصِل کرکے تمہیں خبریں دیگا"

(یُوحنّا ۱۶ : ۱۲ - ۱۵)۔

لیکن ترقی اور تضاد میں بڑا فرق ہے ۔ ایک مُصوّر، پہلے خاکہ بناتا ہے اور پھر اُس میں تھوڑا تھوڑا رنگ بھرتا ہے ۔یہاں تک کہ جو تصویر شرُوع میں اُس کے ذہن میں ہوتی ہے مُکمل ہو جاتی ہے ۔ پھر والدین اپنے بچوّں کو درجہ بدرجہ سِکھاتے ہیں" کیونکہ حُکم پر حُکم ۔حُکم پر حُکم۔ قانون پر قانون ۔ قانون پر قانون ہے۔ تھوڑا یہاں تھوڑا وہاں" (یسعیاہ ۲۸ : ۱۰)۔ لیکن اگر وُہ عقلمند ہیں تو وُہ شروع میں کوئی ایسی بات نہیں سِکھاتے جس کی بعد میں تردید کرنی پڑے ۔ اُن کی بعد کی تعلیم جو کچھ وُہ پہلے سِکھا چُکے ہیں اِس کی تائید کرتی ہے اور وُہ اُسی پر تعمیر کرتے ہیں ۔ وُہ اِس سے ٹکراتی نہیں ۔ پس خُدا نے بھی اپنے مکاشفہ کو بتدریج مُکمّل کیا ۔ وُہ متواتر اُس کو وُسعت دیتا رہا لیکن اُس نے کبھی اُس کو منسُوخ نہیں کیا، اور بالآخر وُہ مکاشفہ مسیح میں جب وُہ مجسّم ہُوا اور رسُولوں کی گواہی میں پُورا ہُوا۔

عبرانیوں کے خط کا آغاز، اِس سچّائی کے بارے میں ایک بڑے بیش قیمت بیان سے ہوتا ہے :

"اگلے زمانہ میں خُدا نے باپ دادا سے حِصّہ بہ حِصّہ اور طرح بہ طرح
نبیوں کی معرفت کلام کرکے اِس زمانہ کے آخر میں ہم سے بیٹے کی
معرفت کلام کیا ..." (عبرانیوں ۱:۱-۲)۔

یہاں مُصنّف یہ بتا رہا ہے کہ پُرانے عہدنامہ اور نئے عہدنامہ کے مکاشفوں کے درمیان بہت سے اِمتیازات پائے جاتے ہیں۔ مکاشفہ، مُختلِف اوقات میں (عہدِ عتیق کے زمانہ میں اور اِس آخری زمانہ میں) مُختلِف لوگوں کو (ہمارے باپ دادا اور ہمیں) اور خاص طور پر مُختلِف طریقوں سے (طرح بہ طرح ... نبیوں کی معرفت اور بیٹے کی معرفت) دیا گیا ۔ اگرچہ مکاشفہ دینے کا وقت ، لوگ جن کو دیا گیا اور طریقے مُختلِف تھے تاہم اِس کا دینے والا ایک ہی ہے ۔ یہ خُدا ہی ہے جس نے باپ

دادا سے طرح بہ طرح نبیوں کی معرفت کلام کیا اور یہ خُدا ہی ہے جو ہمارے ساتھ بیٹے میں ہو کر اور اُس کے وسیلہ سے کلام کرتا ہے۔

لہٰذا مندرجہ بالا کی روشنی میں ہم دعوٰے سے کہہ سکتے ہیں کہ دونوں عہد نامے یعنی تمام بائبل خُدا کا کلام ہے۔(مَیں اِس پر مزید روشنی بعد میں ڈالوں گا)۔

تو پھر خُدا نے کیا فرمایا؟ بائبل مُقدّس بُنیادی طور پر خُدا کا مکاشفہ ہے ۔ درحقیقت یہ ذاتِ الٰہی کا اپنے بارے میں اِنکشاف ہے ۔ ہم بائبل میں خُدا کو، خُدا کے بارے میں کلام کرتے سُنتے ہیں ۔ اِس کا یہ مطلب ہُوا کہ جو کچھ ہم نے پہلی جلد میں بیان کیا کہ بائبل کا تعلق نجات سے ہے اور وُہ مسیح کی گواہی دیتی ہے ، وُہ اِس سے مُطابقت رکھتا ہے ۔ کیونکہ جو کچھ خُدا اپنے بارے میں کہتا ہے، وُہ یہ ہے کہ اُس نے اِرادہ کیا اور یسوعؔ مسیح کے ذریعہ گنہگار انسان کو نجات دینے کے لئے ایک تجویز کو عملی جامہ پہنایا۔

زِندہ اور یکساں خُدا

لیکن پیشتر ازیں کہ ہم اُس کے نجات بخش کام پر غور کریں ، اُس کے بارے میں دو ایسی بُنیادی سچائیاں ہیں جن پر پاک نوِشتے شرُوع سے آخر تک بہُت زور دیتے ہیں ۔ پہلی، یہ ہے کہ وُہ زندہ اور حاکم کُل ہے ۔ دُوسری یہ کہ وُہ یکساں خُدا ہے یعنی ہمیشہ ایک جیسا ہے : "ہر اچھی بخشش اور ہر کامِل انعام اُوپر سے ہے اور نوُروں کے باپ کی طرف سے مِلتا ہے جس میں نہ کوئی تبدیلی ہو سکتی ہے اور نہ گردش کے سبب سے اُس پر سایہ پڑتا ہے" (یعقوب ۱ : ۱۷)۔

زندہ اور سچے خُدا کا مقابلہ بار بار بے دینوں کے بے جان بُتوں سے کیا گیا ہے۔ انبیاء اور زبُور نویس بے دینوں کے بُتوں کا تمسخر اُڑاتے ہیں ۔ جب بابِل فتح ہُوا تو یسعیاہ نبی اُس وقت کے ایک مندر کی منظر کشی کرتا ہے ۔ وُہ دکھاتا ہے کہ بابِل کے سب سے بڑے دیوتاؤں کو کیسی ذِلّت کے ساتھ اپنی جگہوں سے اُکھاڑا گیا اور لوگ اُنہیں اپنے کندھوں پر اُٹھا کر لے گئے اور باہر گاڑیوں پر رکھا۔ خیالی دیوتاؤں کو لوگ اُٹھاتے ہیں اور وُہ "تھکے ہُوئے چوپاؤں" پر بوجھ بنے ہُوئے ہیں ۔ اور جب

یہ ہنسی ختم ہو جاتی ہے تو خُدا کی آواز سُنائی دیتی ہے۔ وُہ بُت نہیں ہے کہ لوگ اُسے اُٹھائے پھریں کیونکہ خُدا وُہ ہے جو اپنے لوگوں کو اُٹھاتا ہے:

"اَے یعقوب کے گھرانے اَور اَے اسرائیل کے گھر کے سب
باقی ماندہ لوگو جنکو بَطن ہی سے مَیں نے اُٹھایا اَور جن کو رحم ہی
سے مَیں نے گود میں لیا میری سُنو! مَیں تمہارے بڑھاپے تک
وُہی ہُوں اور سر سفید ہونے تک تُم کو اُٹھائے پھروں گا۔
مَیں ہی نے خلق کیا اَور مَیں ہی اُٹھاتا رہونگا۔ مَیں ہی لئے
چلونگا اَور رہائی دُونگا" (یسعیاہ ۴۶: ۳-۴)۔

انبیاء نہ صرف اِس وجہ سے بُتوں کا تمسخر اڑاتے ہیں کہ وُہ لوگوں کو بچانے کی قُدرت نہیں رکھتے بلکہ اِس وجہ سے بھی کہ وُہ بالکُل بے جان ہیں:

"اُن کے بُت چاندی اَور سونا ہیں
یعنی آدمی کی دستکاری۔
اُن کے مُنہ ہیں پر وُہ بولتے نہیں۔
آنکھیں ہیں پر وُہ دیکھتے نہیں۔
اُن کے کان ہیں پر وُہ سُنتے نہیں۔
ناک ہیں پر وُہ سُونگھتے نہیں۔
اُن کے ہاتھ ہیں پر وُہ چھُوتے نہیں۔
پاؤں ہیں پر وُہ چلتے نہیں
اَور اُن کے گلے سے آواز نہیں نکلتی"

(زبُور ۱۱۵: ۴-۷)

اُن کے مُقابلہ میں "ہمارا خُدا تو آسمان پر ہے۔ اُس نے جو کچھ چاہا وُہی کیا" (زبُور ۱۱۵: ۳)۔ وُہ زندہ خُدا ہے جو دیکھتا اَور سُنتا اَور بولتا اور کام کرتا ہے۔

یہ زندہ خُدا حاکمِ کُل اَور تمام رُوئے زمین کا عظیم بادشاہ ہے۔ وُہ فِطرت کا حاکم ہے اَور تمام قوموں کا حاکم بھی ہے۔

فِطرت کا حاکم ہونے کی حیثیت سے وُہ اپنی پیدا کردہ کائنات اَور جو کچھ

اُس میں ہے اُس کو قائم رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ وحشی اَور خونخوار عناصر بھی اُس کے کنٹرول میں ہیں۔ "سمندر اُسکا ہے۔ اُسی نے اُسکو بنایا" (زبُور ۹۵: ۵) اَور "طوفانی ہوا جو اُسکے کلام کی تعمیل کرتی ہے" (زبُور ۱۴۸: ۸)۔ زبُور ۲۹ ایک طوفان کی بڑی ڈرامائی تفصیل بیان کرتا ہے جس میں خُداوند کی آواز لبنان کے دیوداروں کو توڑ ڈالتی ہے۔ بجلی چمکتی ہے۔ بیابان ہل جاتے ہیں۔ جنگل بے برگ ہو جاتے ہیں۔ بارش سیلاب لاتی ہے، اَور جُوں جُوں تباہی پھیلتی ہے تو لازم ہے کہ اُس کے ساتھ ساتھ پریشانی بھی بڑھے۔ لیکن زبُور نویس مُطمئن ہے کہ سَب کُچھ خُدا کے کنٹرول میں ہے:

"خُداوند طُوفان کے وقت تخت نشین تھا بلکہ خُداوند ہمیشہ
تک تخت نشین ہے" (زبُور ۲۹: ۱۰)۔

زبُور ۱۰۴، بنیادی طور پر ماحولیات[۱] کا مُطالعہ ہے۔ زبُور نویس حیران ہے کہ کِس طرح لقلق صنوبر کے درختوں میں گھر بناتا ہے جبکہ "اُونچے پہاڑ جنگلی بکروں کے لئے ہیں" اَور "چٹانیں سافانوں کی پناہ کی جگہ ہیں" (زبُور ۱۰۴: ۱۷-۱۸)۔ زبُور میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ خُدا تمام جانوروں کو خوراک مُہیّا کرتا ہے:

"ان سب کو تیرا ہی آسرا ہے
تاکہ تُو اِن کو وقت پر خوراک دے۔
جو کچھ تُو دیتا ہے یہ لے لیتے ہیں۔
تُو اپنی مُٹھّی کھولتا ہے اَور یہ اچھّی چیزوں سے سیر ہوتے ہیں"

(زبُور ۱۰۴: ۲۷-۲۸)۔

جس طرح پُرانا عہد نامہ اِصرار کرتا ہے کہ خُدا فِطرت کا خُداوند ہے، اُسی طرح مسیح خُداوند نے اپنے پہاڑی وعظ میں تعلیم دی کہ خُدا جاندار اَور بے جان دونوں جہانوں پر حاکم ہے۔ ایک طرف تو وُہ ہوا کے پرندوں کو کھِلاتا اَور جنگلی سوسن کو لباس پہناتا ہے تو دُوسری طرف "وُہ اپنے سُورج کو بدوں اور نیکوں دونوں پر چمکاتا ہے اَور راستبازوں اَور ناراستوں دونوں پر مینہ برساتا ہے" (متی ۵: ۴۵؛

---

[۱] جانوروں اور پودوں کے آپس کے تعلقات اَور اُن کے ماحول کا مطالعہ کرنا۔

۶: ۲۶-۳۰)۔

فطرت کا بادشاہ قوموں کا بھی بادشاہ ہے۔ جس طرح کہ دانی ایل نبی نے نبوکدنضر بادشاہ کو کہا "حق تعالےٰ آدمیوں کی مملکت میں حکمرانی کرتا ہے اور اُسے جسکو چاہتا ہے دیتا ہے" (دانی ایل ۴: ۳۲)۔ ہم نے دُوسری جلد میں بتایا ہے کہ اسرائیل اور یہوداہ کے چھوٹے مُلکوں کی حیثیت عالمگیر شطرنج بورڈ پر پیادوں سے زیادہ نہیں تھی۔ اُس زمانہ کی بڑی طاقتیں مصر اور مسوپتامیہ (بابل) تھیں۔ جب وُہ میدانِ جنگ میں ایک دُوسرے کے خلاف صف آرا ہوتیں تو اسرائیل اور یہوداہ اور اُن کے اِرد گرد کی ریاستیں اُن کے درمیان پھنس جاتیں۔ لیکن اِس کے باوجود بھی اسرائیل ایمان کا شاندار نعرہ لگاتا رہتا:

"خُداوند سلطنت کرتا ہے۔ قومیں کانپیں"
(زبُور ۹۹: ۱)۔

زمین پر کوئی بھی قوت، خواہ وُہ تنہا ہو یا دُوسروں کے ساتھ مِل کر خُدا کی اجازت کے بغیر خُدا کے لوگوں پر غالب نہیں آسکتی۔ قومیں، خُداوند اور اُس کے ممسُوح کے خلاف سکیمیں بناتی، منصُوبے باندھتی اور اُن کے خلاف صف آرا ہوتی ہیں۔ لیکن

"وُہ جو آسمان پر تخت نشین ہے ہنسیگا۔
خُداوند اُنکا مضحکہ اُڑائے گا" (زبُور ۲: ۴)۔

نئے عہدنامہ کے زمانہ میں رسُولوں کا بھی یہی ایمان تھا۔ جب پطرس اور یوحنّا کو یسوع کا نام لے کر مُنادی کرنے یا تعلیم دینے سے منع کیا گیا تو اُنہوں نے اپنے دوستوں کو دُعا کرنے کے لئے کہا۔ تب اُنہوں نے اپنی آواز خُدا کے سامنے بلند کی، جو حاکم کُل اور تمام کائنات کا خُداوند ہے۔ اُس وقت اُنہوں نے زبُور ۲ کی مذکورہ بالا آیات پڑھیں اور اِن کا اطلاق ہیرودیس، پیلاطُس، غیر قوموں اور اسرائیل کے حاکموں پر کیا۔ اِن سب نے مل کر یروشلیم میں مسیح کے خلاف سازش کی تھی۔ کِس بات کے لئے؟ "تاکہ جو کُچھ پہلے سے تیری قدرت اور تیری مصلحت سے ٹھہر گیا تھا وُہی عمل میں لائیں" (اعمال ۴: ۱۸، ۲۳-۲۸)۔

علاوہ ازیں، انبیاء نے یہ تعلیم بھی دی کہ اُس زمانہ کے جنگجُو بادشاہ، جن میں سے بعض بڑے ظالم اور سفاک تھے، خُداوند کے ہاتھ میں ہتھیار تھے۔ اسُور کا سلمنسر اُس کے غضب کا عصا تھا (یسعیاہ ۱۰: ۵، ۶)۔ بابل کا نبوکدنضر جو اُس کا "خدمتگذار" تھا، اُس کے ذریعہ خُدا یروشلیم کو برباد کرنے کو تھا (یرمیاہ ۲۵: ۹؛ ۲۷: ۶)۔ فارس کا خورس جو اُسکا "ممسُوح" تھا، اُس کے ذریعہ اُس نے اپنے لوگوں کو اُن کی اسیری سے رہائی دلائی (یسعیاہ ۴۵: ۱-۴ مقابلہ کیجئے ۴۴: ۲۸)۔

اگر بائبل کا خُدا، زندہ اور حاکمِ کُل خُدا ہے تو اِس کے ساتھ ساتھ وُہ ہمیشہ یکساں بھی ہے۔ اُس کے کام ہمیشہ ہی اُس کی فطرت کے ساتھ مُطابقت رکھتے ہیں۔ بائبل میں خُدا کے بارے میں ایک نہایت اہم بیان یہ کہ "وُہ آپ اپنا انکار نہیں کرسکتا" (۲-تیمتھیس ۲: ۱۳)۔ کیا یہ کہنا حیرانی کی بات نہیں کہ "خُدا بعض کام نہیں کرسکتا"؟ کیا وُہ سب کُچھ نہیں کرسکتا؟ کیا وُہ قادرِ مُطلق نہیں؟ ہاں وُہ ہے۔ وُہ ہر وُہ کام جو اُس کی فطرت سے مُطابقت رکھتا ہے کریگا۔ لیکن قادرِ مُطلق ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وُہ ہر ایک کام خواہ اُس کی ذات کے خلاف ہی کیوں نہ ہو کرسکتا ہے۔ اُس نے اپنے آپ کو اُن کاموں تک محدُود کر رکھا ہے جو اُس کی فطرت سے مُطابقت رکھتے ہیں۔

بعض اوقات خُدا کی محبّت اور غضب کو جو اُس کے نجات اور عدالت کے کام کا حِصّہ ہیں ایک دُوسرے کے خلاف بیان کیا جاتا ہے۔ ہم نے پہلے بھی بیان کیا ہے کہ بعض لوگ عہدِ عتیق کے خُدا کو غضب کا خُدا اور عہدِ جدید کے خُدا کو رحم کا خُدا سمجھتے ہیں۔ لیکن یہ غلط خیال ہے۔ عہدِ عتیق اُسے رحم کا خُدا بھی ظاہر کرتا ہے اور عہدِ جدید عدالت کا خُدا بھی۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ تمام بائبل ہی بیک وقت خُدا کو محبّت کا خُدا اور عدالت کا خُدا پیش کرتی ہے۔ چنانچہ یوحنّا رسُول اپنے قارئین کو بتاتا ہے کہ "خُدا نے دُنیا سے ایسی محبّت رکھی کہ اُس نے اپنا اکلوتا بیٹا بخش دیا"۔ پھر اِسی باب کے آخر میں وُہ کہتا ہے کہ "جو بیٹے کی نہیں مانتا زندگی کو نہ دیکھے گا بلکہ اُس پر خُدا کا غضب رہتا ہے" (یوحنّا ۳: ۱۶، ۳۶)۔ بعینہٖ پولُس رسُول اپنے قارئین کو بتاتا ہے کہ "ہم طبعی طور پر غضب کے فرزند

تھے" اور اِس کی مابعد کی آیت میں کہتا ہے کہ خُدا "اپنے رحم" میں دَولتمند ہے اور اُس نے "اُس بڑی محبّت" سے ہم سے محبّت رکھی (افسیوں ۲: ۳، ۴)۔

بائبل مُقدّس خُدا کی محبّت اور غضب کے کام یعنی اُس کی نجات اور عدالت کے کاموں کے بارے میں جو توجیہہ پیش کرتی ہے وُہ محض یہ ہے کہ وُہ ایسا ہی ہے۔ چونکہ وُہ اِس طرح کا خُدا ہے اِس لئے وُہ اِس طرح کام کرتا ہے۔ "خدا محبّت ہے" اِس لئے اُس نے دُنیا سے محبّت رکھی اور اپنا بیٹا دے دیا (۱۔یُوحنّا ۴: ۸، ۹)۔ لیکن اِس کے ساتھ ساتھ وُہ "بھسم کرنے والی آگ" بھی ہے (عبرانیوں ۱۲: ۲۹؛ بمقابلہ اِستثناء ۴: ۲۴)۔ اُس کی کامل پاکیزگی کی فطرت کبھی بھی بدی سے سمجھوتہ نہیں کرسکتی بلکہ اُسے برباد کر دیتی ہے۔ وُہ ہمیشہ ہی دِلی عداوت سے اُس کی مخالفت کرتا ہے۔

چنانچہ بائبل نے خُدا کے بارے میں جو اِنکشاف کیا ہے یہ ہے کہ ایک طرف تو وُہ زِندہ اور حاکمِ کُل خُدا ہے اور دُوسری طرف وُہ یکساں بالذات ہے۔ پس اِس میں کوئی شک نہیں ہوسکتا کہ سب سے بڑا طریقہ جِسکے ذریعہ زِندہ خُدا نے اپنا اِنکشاف کیا وُہ "فضل" ہے۔ اگر کسی کو "فضل" کا مطلب معلُوم نہیں تو وُہ بائبل کو نہیں سمجھ سکتا۔ بائبل کا خُدا "ہر طرح کے فضل کا چشمہ ہے" (۱۔پطرس ۵: ۱۰)۔ فضل، محبّت ہے لیکن یہ محبّت ایک خاص قِسم کی ہے۔ یہ محبّت جُھک جاتی، قُربانی دیتی اور خدمت کرتی ہے۔ یہ ایسی محبّت ہے جو نامہربان، بدمہربان اور ناشُکروں اور غیر مُستحق لوگوں کے ساتھ فیاض دِل ہے۔ فضل، خُدا کی مُفت اور بِلا اِستحقاق نوازِش ہے جو نفرتی لوگوں سے پیار کرتا، تھکے ماندوں کو تلاش کرتا، نااُمیدوں کو بچاتا اور مِسکین کو خاک سے اور مُحتاج کو مزبلہ پر سے اُٹھا کر شہزادوں کے درمیان بٹھاتا ہے (زبُور ۱۱۳: ۷، ۸)۔

یہ فضل ہی تھا جِس کی بِنا پر خُدا نے ایک خاص قوم سے اپنا عہد باندھا۔ خُدا کا فضل، عہدی فضل ہے۔ اور یہ بھی سچ ہے کہ یہ بلا اِمتیاز ہر ایک پر نچھاور کیا جاتا ہے۔ اِس فضل کو خُدا کا "عام فضل" کہتے ہیں اور یہ بلاامتیاز ہر شخص کو برکات دیتا ہے۔ مثلاً عقل اور ضمیر، محبّت اور خوبصُورتی، زِندگی اور خوراک،

شادی اور اولاد، کام اور آرام، منظّم حکُومت اور اِن کے عِلاوہ مُتعدد دیگر برکات۔ تاہم خُدا نے ایک خاص قوم کے ساتھ ایک خاص عہد باندھا جِسے ہم فضل کا ایک خاص کام کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ اِس میں اُس نے اپنے لئے ایک خاص قوم کو چُننے میں پہل کی اور وُہ خاص معنوں میں اُن کا خُدا بنا۔ اُس نے اِسرائیل کو اِس لئے نہیں چُنا کہ دُوسرے لوگوں سے بہتر یا زیادہ تھے۔ اِس چُناؤ کی بُنیاد خُدا ہی میں پائی جاتی ہے نہ کہ اُن میں، جَیسا کہ مُوسیٰ نے بیان کیا ہے:

"خُداوند نے جو تُم سے محبّت کی اور تمکو چُن لیا تو اِس کا سبب یہ نہ تھا کہ تم شُمار میں اور قوموں سے زیادہ تھے ... بلکہ چونکہ خُداوند کو تُم سے محبّت ہے" (اِستثنا ۷: ۷۔ ۸)۔

"عہد" ایک قانونی اِصطلاح ہے اور کسی پابندی کو قبُول کرنے کو ظاہر کرتی ہے۔ لیکن جب پاک کلام میں اِسے جو کچھ خُدا نے کیا ہے اُسے بیان کرنے کے لئے اِستعمال کیا جاتا ہے تو اِس کا مطلب مُساوی حیثیت سے دو پارٹیوں میں مُعاہدہ نہیں ہوتا بلکہ یہ ایک قِسم کا "وصیّت نامہ" ہے جِس میں وصیّت کنندہ کو اپنی مِلکیت کا اِنتظام کرنے کا مکمّل اِختیار حاصِل ہوتا ہے۔ یُونانی لفظ "دیا تھیکے"[۱] عہد اور وصیّت دونوں الفاظ کا مفہُوم ادا کرتا ہے۔ خطُوط میں دو مرتبہ اِس لفظ کے دونوں مطالب کو اُلٹ پلٹ کر اِستعمال کیا گیا ہے تاکہ یہ بتایا جائے کہ خُدا کا عہد "وصیّت" کی مانند ہے جِس میں اُس نے بڑی فیاضی سے بعض وعدے کئے ہیں (گلتیوں ۳: ۱۵۔ ۱۸؛ عبرانیوں ۹: ۱۵۔ ۱۸)۔ خُدا کے عہدی وعدے غیر مشرُوط نہیں ہیں، کیونکہ خُدا کے لوگوں کی ذمّہ داری یہ ہے کہ وُہ اُس کے احکام کو مانیں، تاہم خُدا نے احکام اور وعدے دونوں خود ہی دِئے ہیں۔ چنانچہ کوہِ سینا پر خُدا کا عہد بھی فضل کا عہد ہُوا۔

پس یہ سمجھنا نہایت ضرُوری ہے کہ شرُوع سے آخر تک یعنی ابرہام سے مسیح تک خُدا کا عہد ایک ہی ہے۔ بدیں وجہ وُہ لوگ جو مسیح پر ایمان لاتے ہیں ابرہام کے فرزند اور جو وعدے خُدا نے ابرہام سے کئے اُس کے وارث بھی ہیں (گلتیوں ۳: ۲۹)۔ جو شریعت کوہِ سینا پر دی گئی وُہ فضل کے عہد کو منسُوخ

---

۱ diatheke

نہیں کرتی بلکہ اِس کے برعکس کوہِ سینا پر فضل کے عہد کی تصدیق اور تجدید کی گئی۔ شریعت نے جو کچھ کیا وہ یہ تھا کہ اُس نے فرمانبرداری پر زور دیا اور اُس کے تقاضوں کو پھیلایا۔ اگر ہم شریعت کو فضل کے عہد سے الگ تھلگ کر کے دیکھیں تو پھر ہی یہ ہمیں خوشخبری سے ٹکراتی ہُوئی نظر آئے گی۔ پس جبکہ شریعت ایک گنہگار کو اُس کی نافرمانی کی وجہ سے سزا دیتی ہُوئی نظر آتی ہے تو خوشخبری اُسے فضل کے ذریعہ زندگی کی پیشکش کرتی ہے۔

اب ہم اِس قابل ہیں کہ خُدا کے فضل کے کام میں گویا تین[٣] درجات پر غور کریں جنہیں تین[٣] الفاظ سے ظاہر کیا جاتا ہے، یعنی "مخلصی، تبنیت[١] اور سرفرازی"۔

مخلصی

اصل میں "مخلصی" مذہبی لفظ نہیں ہے بلکہ تجارتی۔ ہم اکثر پُرانے عہد نامہ میں زمین کے چُھڑانے کے بارے میں پڑھتے ہیں جو کسی وجہ سے مالک کے ہاتھ سے نکل جاتی تھی یا وہ اُسے گروی رکھ دیتا تھا۔ ایسے آدمی بھی ہوتے تھے جنہیں چُھڑانے کی ضرورت تھی، مثلاً غلام اور قیدی۔ چنانچہ ہر ایک مُعاملہ میں کسی شے یا شخص کو خریدا جاتا تھا یعنی اُن کی علیحدگی یا غُلامی سے اُنہیں واپس لایا جاتا تھا۔ مخلصی کا مطلب کسی کی آزادی کو خریدنا تھا یعنی جو چیز کھو گئی تھی اُسے قیمت ادا کر کے واپس لانا۔

یہ لفظ خُدا کی اپنی اُمت کے لئے اُس کے فضل کے پہلے کام کے لئے اِستعمال ہُوا ہے۔ جب وہ کسی وجہ سے کھو گئے یعنی خُدا سے اور اسیری یا جلاوطنی کی وجہ سے اپنے وطن سے جُدا ہو گئے تو خُدا نے اُنہیں مخلصی دِلائی اور اُنہیں اُن کے مُلک میں بحال کیا۔ یہ کام خُدا نے بنی اسرائیل کی تاریخ میں تین[٣] مرتبہ کیا۔ پہلی مرتبہ جب خُدا نے ابرہام کو کسدیوں کے اُور سے بُلایا (یہ حقیقی معنوں میں مخلصی نہیں تھی کیونکہ ابرہام ابھی کنعان نہیں پہنچا تھا)۔ پھر خُدا نے اِسرائیل کو مصر کی غُلامی سے رہائی

---

[١] خُدا کے لے پالک بیٹے ہونا۔

دِلائی اور آخر میں بابل کی اسیری سے۔ ہر ایک مرتبہ اُس نے بُلایا، عمل کیا، مخلصی دلائی اور اُنہیں موعودہ مُلک میں واپس لایا۔

یہ ہے مسیح کے مخلصی کے عظیم کام کا پُرانے عہد نامہ کا پس منظر۔ اب اِنسان کی جُدائی اور غُلامی رُوحانی ہے۔ یہ گناہ ہے یعنی اپنے خالق کے اِختیار اور اپنے پڑوسی کی فلاح و بہبود کے خلاف بغاوت جس نے اُسے غُلام بنا رکھا ہے اور خُدا سے جُدا کیا ہُوا ہے۔ گنہگار ایک ایسا شخص ہے جس کی عدالت ہو گی اور وہ خُدا سے اپنی بغاوت کی بنا پر ماسوا موت کسی چیز کا حقدار نہیں۔

ایسی بے بسی اور مایوسی کی حالت میں یسوع مسیح دُنیا میں آیا۔ اُس نے پیدا ہو کر اِنسان کی فطرت کو اور مر کر اُس کے جُرم کو اپنا لیا۔ نئے عہد نامہ کی صاف اور صریح زبان میں یُوں بیان کیا گیا ہے کہ وہ پہلے "جسم بنا" اور پھر "گناہ ٹھہرایا گیا" اور یہاں تک کہ وہ ہمارے واسطے "لعنتی بنا" (یُوحنا ١: ١٤؛ ٢-کرنتھیوں ٥: ٢١؛ گلتیوں ٣: ١٣) یعنی اُس نے ہماری جگہ لے لی۔ ہم گناہ کی وجہ سے موت کے حقدار ہو چُکے تھے، چنانچہ وہ ہماری خاطر مُوا اور یُوں اُس نے ہماری خاطر خُدا سے جُدائی کی ناقابلِ بیان تاریکی کا تجربہ کیا۔

نئے عہد نامہ کے مُصنفین مُتعدد بار فسح میں جس کی بنا پر اسرائیلیوں کو مصر سے رہائی ملی اور مسیح کی موت میں جو ہمیں گناہ سے رہائی دلاتی ہے مُطابقت بیان کرتے ہیں۔ مصر میں ہر ایک پہلوٹھے کی زندگی پر موت کی مُہر لگ چُکی تھی، لیکن خُدا نے بچانے کی یہ راہ نکالی کہ اُس کی جگہ برّے کی زندگی قابلِ قبول ہو گی بشرطیکہ اُس کا خُون دروازے کی چوکھٹ پر لگایا جائے۔ اُنہیں بتایا گیا کہ جب خُدا اُس خُون کو دیکھے گا تو اُس گھر کو اپنی عدالت سے محفوظ رکھے گا۔

نئے عہد نامہ کی تکمیل کے بارے میں یوحنا رسُول اپنی انجیل میں بتاتا ہے کہ مسیح یسوع کا خُون عین اُس وقت صلیب پر بہایا گیا جبکہ فسح کے برّوں کو ذبح کیا جاتا تھا (یوحنا ١٣: ١؛ ١٨: ٢٨)۔ پولُس رسُول لکھتا ہے کہ "ہمارا بھی فسح یعنی مسیح قربان ہُوا" (١-کرنتھیوں ٥: ٧)۔ پطرس رسُول لکھتا ہے کہ "ایک بے عیب اور بے داغ برّے" کی طرح "مسیح کا بیش قیمت خُون" ہمیں مخلصی دینے کے لئے

بہایا گیا اور کہ ضروری ہے کہ خون (تشبیہہ") ہم پر چھڑکا جائے (۱-پطرس ۱: ۲، ۱۸-۱۹)۔

جب خدا کے برّہ مسیح نے ہماری خاطر اپنے آپ کو بطور فسح کی قربانی پیش کیا، اپنا خون بہایا اور مر گیا تو خدا نے اُس کی تصدیق و تائید کرنے کے لئے اُسے مُردوں میں سے جلایا تاکہ یہ دکھائے کہ اُس کی گناہ کے لئے قربانی بے فائدہ نہیں ہے۔ اب وُہ اپنے مخلصی کے کام کو ختم کر کے عزّت اور جلال کا تاج پہنے خدا کے دہنے ہاتھ بیٹھا ہُوا ہے۔ اُس نے ہماری "ابدی خلاصی" کرائی ہے۔ اور آسمان کے تمام باشندے ابد تک یہ گائیں گے کہ "ذبح کیا ہُوا برّہ ہی قدرت اور دولت اور حکمت اور طاقت اور عزّت اور تمجید اور حمد کے لائق ہے" (مکاشفہ ۵: ۱۲)۔

فرزندیت

مخلصی، زیادہ تر اُس کیفیت کے جس سے ہمیں رہائی ملی اور اُس قیمت کے جسے ادا کرنے کی ضرورت تھی اِرد گِرد گھومتی ہے۔ یہ سچ ہے کہ مسیح کے خون کے ذریعہ مخلصی "خدا کے واسطے" مخلصی ہے (مکاشفہ ۵: ۹)۔ لیکن ہماری نجات کا مثبت پہلو خدا کے لے پالک بیٹے ہونے کے خیال میں پایا جاتا ہے۔ پولُس اِن دونوں کو ایک ساتھ بیان کرنے سے یہ ظاہر کرتا ہے کہ انہیں الگ الگ نہیں کیا جا سکتا۔ وُہ لکھتا ہے:

> "جب وقت پورا ہو گیا تو خدا نے اپنے بیٹے کو بھیجا جو عورت سے پیدا ہُوا اور شریعت کے ماتحت پیدا ہُوا تاکہ شریعت کے ماتحتوں کو مول لے کر چھڑا لے اور ہم کو لے پالک ہونے کا درجہ ملے ... پس اب تو غلام نہیں بلکہ بیٹا ہے اور جب بیٹا ہُوا تو خدا کے وسیلے سے وارث بھی ہُوا"
> (گلتیوں ۴: ۴-۷)۔

غلامی سے رہائی اور خدا کا لے پالک بیٹا ہونا، یہ اُن کے لئے جو مسیح پر ایمان لاتے ہیں دوہرا استحقاق ہے۔ ہمارا خدا کے ساتھ فرزند کا تعلق، اُس کے

عہد کے وعدے کا ایک اہم حصّہ ہے۔

عہدِ عتیق کے زمانہ میں "خدا کے ہونے" کا تصوّر عام تھا۔ عہد کی تجدید کے وقت جو الفاظ استعمال کئے جاتے تھے یہ تھے کہ "میں تمہارا خدا ہوں گا اور تم میرے لوگ ہو گے"۔ مزید براں بنی اسرائیل کی مخلصی کے فوراً بعد وُہ خدا کے لے پالک لوگ ہُوئے۔ خدا کو یہ کہتے ہُوئے اُنہیں اِس بات کی بار بار یاد دہانی کرانی پڑی کہ "خداوند تیرا خدا جو تجھے مُلکِ مصر سے اور غلامی کے گھر سے نکال لایا میں ہوں" (خروج ۲۰: ۲)۔ اُس نے اُنہیں رہائی دلائی تھی اور وُہ اُس کے تھے۔ یہ اُس نے اُن پر اُن کی مصر سے رہائی اور سینا پر عہد کی تجدید کے درمیانی عرصے میں واضح کر دیا تھا:

> "تم نے دیکھا کہ میں نے مصریوں سے کیا کیا کیا اور تم کو گویا عقاب کے پروں پر بٹھا کر اپنے پاس لے آیا۔ سو اب اگر تم میری بات مانو اور میرے عہد پر چلو تو سب قوموں میں سے تم ہی میری خاص ملکیت ٹھہرو گے کیونکہ ساری زمین میری ہے۔ اور تم میرے لئے کاہنوں کی ایک مملکت اور ایک مقدس قوم ہو گے" (خروج ۱۹: ۴-۶)۔

اکثر اِس عہد کو، جس کے ذریعہ اُس کے مخلصی یافتہ لوگ اُس کی خاص ملکیت بن جاتے ہیں شادی کے عہد سے تشبیہ دی گئی ہے۔ یہوواہ اپنے لوگوں کا شوہر تھا۔ وُہ اپنی دُلہن کی بیابان میں جوانی کی محبّت اور خدا پرستی میں خوشی محسوس کرتا تھا (یرمیاہ ۲: ۲؛ ۳۱: ۳۲)۔ لیکن کنعان میں وُہ اپنے عاشقوں یعنی مقامی دیوتا بعلوں کے پیچھے چل دی۔ وُہ زناکار بلکہ فاحشہ بن گئی۔ اُس نے عہد کو توڑ دیا۔

شادی کی یہ تشبیہ جاری رہتی اور نئے عہد نامہ میں زیادہ وسیع ہو جاتی ہے۔ پولُس رسول بیان کرتا ہے کہ "مسیح نے بھی کلیسیا سے محبّت کر کے اپنے آپ کو اُس کے واسطے موت کے حوالہ کر دیا" لیکن اِس کے ساتھ ہی وُہ یہ بھی کہتا ہے کہ وُہ اِس کا بے حد مشتاق تھا اور خدا کی سی غیرت رکھتا تھا کہ مُبادا وُہ "اُس خلوص اور پاکدامنی" سے ہٹ جائیں جو مسیح کے ساتھ ہونی چاہئے (افسیوں ۵: ۲۵؛ ۲-کرنتھیوں ۱۱: ۲، ۳)۔

لیکن نئے عہدنامہ میں خُدا اور اُس کے لوگوں کے درمیان تعلق کو خاوند اور بیوی کے تعلق کی نسبت، باپ اور اُس کے گھرانے کے تعلق کی صُورت میں زیادہ بیان کیا گیا ہے۔ یہ عہدِ عتیق کی اِس قائلیت کی توسیع تھی کہ اسرائیل خُدا کا پہلوٹھا ہے (مثلاً خرُوج ۴: ۲۲)۔ مسیح خُداوند نے اپنے شاگردوں کو متواتر یہ سکھایا کہ وُہ خُدا کو اپنا آسمانی باپ اور خُود کو اُس کے پیارے بچّے سمجھیں اور اُس سے بچّے کی طرح دُعا کریں، اپنی مادی ضروریات کے لئے اُس پر اِس طرح بھروسہ رکھیں جیسے بچّے اپنے باپ پر رکھتے ہیں۔ اور اپنے باپ کے نام، اُس کی بادشاہی اور مرضی کا خیال رکھیں۔

خُدا کے فرزند بننے کا سب سے عُمدہ نتیجہ یہ ہے کہ ہم میں پاک رُوح سکُونت کرتا ہے۔ ہمارے دِلوں میں پاک رُوح کی شخصی اور دائمی موجُودگی ایک امتیازی برکت ہے، بلکہ یہ اِس فضل کے زمانہ کی بھی امتیازی برکت ہے (یرمیاہ ۳۱: ۳۳)۔ اور یہ اِس لئے ہے کیونکہ ہم بیٹے ہیں، لہٰذا خُدا نے اپنے بیٹے کا رُوح ہمارے دلوں میں بھیجا" (گلتیوں ۴: ۶)۔ پولس رسُول اِسے رومیوں کے خط میں اور زیادہ وضاحت سے بیان کرتا ہے:

"جتنے خُدا کے رُوح کی ہدایت سے چلتے ہیں وُہی خُدا کے بیٹے ہیں۔ کیونکہ تم کو غُلامی کی رُوح نہیں ملی جس سے پھر ڈر پیدا ہو بلکہ لے پالک ہونے کی رُوح ملی جس سے ہم ابّا یعنی اَے باپ کہہ کر پُکارتے ہیں۔ رُوح خُود ہماری رُوح کے ساتھ مِل کر گواہی دیتا ہے کہ ہم خُدا کے فرزند ہیں ..."

(رومیوں ۸: ۱۴-۱۶)۔

پس ہم خُدا کے فرزند کی زندگی کو "رُوح میں زندگی" کہہ سکتے ہیں۔ یہ ایسی زندگی ہے جو پاک رُوح کے زیرِ ہدایت اور اُس کی قُوت سے بسر کی جاتی ہے۔ وُہ ہماری رُوح کے ساتھ مِل کر گواہی دیتا ہے کہ ہم سچ مُچ خُدا کے فرزند ہیں۔ وُہ ہمارے دلوں کی آنکھوں کو بھی کھولتا ہے تاکہ ہم مسیح کو بہتر طور پر جانیں، کیونکہ مسیح کی پہچان میں ہمیں حکمت اور مکاشفہ کی رُوح بھی ملتی ہے (افسیوں ۱: ۱۷)۔

اور یہ رُوح "پاک" رُوح ہے جو ہمیں مسیح کی مانند بنانے کے لئے ہماری راہنمائی "پاکیزگی" کی طرف کرتا ہے (۲-کرنتھیوں ۳: ۱۸)۔ وُہ ہماری گری ہُوئی فطرت کی قوّت کو مغلوب کرتا ہے اور ہمارے کردار میں اپنی محبّت، خوشی، اطمینان، تحمّل، مہربانی، نیکی، ایمانداری، حِلم اور پرہیزگاری کا پھل پکنے دیتا ہے (گلتیوں ۵: ۱۶-۲۳)۔

خُدا کے فرزند مِل جل کر خُدا کا گھرانا یعنی کلیسیا بنتے ہیں اور یہ عہدِ عتیق کے دِنوں کے خُدا کے لوگوں کے سلسلہ کو آگے بڑھاتے ہیں۔ یہ مسیحی برادری تمام نسلی اور مُعاشرتی امتیازات سے بُلند ہے۔ ہمارے لئے یہ تصوّر کرنا بڑا مشکل ہے کہ یہُودیوں اور غیر یہودیوں میں جُدائی کی دِیوار کس قدر بُلند تھی! لیکن مسیح نے اِس دیوار کو توڑ دیا، اور پولس رسُول بھی اِفسیوں کے خط میں اِس مضمُون پر بڑا زور دیتا ہے کہ "مُقدسّوں کے ہموطن اور خُدا کے گھرانے" کے ہونے کے باعث یہُودی اور غیر قوم مسیح میں برابر ہیں (افسیوں ۲: ۱۹)۔

اُن دِنوں آزاد اور غلام کی حیثیت کے بارے میں بھی بڑا تنازع تھا۔ رومی حکومت میں قانُونی لحاظ سے غلام کو کوئی حق حاصل نہیں تھا۔ تمام حقوق اور سہولتیں آزاد آدمیوں کے لئے تھیں۔ لیکن جب ایک بھگوڑے غُلام انیسمُس نے پولس کی معرفت خُداوند کو قبول کیا تو اُس نے اُسے اُس کے مالک فلیمون کے پاس اِس درخواست کے ساتھ واپس بھیجا کہ تُو اُسے غلام کی طرح نہیں بلکہ غُلام سے بہتر یعنی مسیح میں بھائی کی طرح قبول کر (فلیمون ۱۶)۔ انجیل کا سماجی اثر بڑا انقلابی تھا۔

خُدا کے خاندان کے تمام ممبروں میں اِس یگانگت اور مُساوات کو پولس رسُول مختصراً یُوں بیان کرتا ہے:

"نہ کوئی یہُودی رہا نہ یُونانی۔ نہ کوئی غُلام نہ آزاد۔ نہ کوئی مَرد نہ عورت کیونکہ تم سب مسیح یسوع میں ایک ہو"

(گلتیوں ۳: ۲۸)۔

خُدا کے یہ لوگ "مُقدسّ" ہیں، ایک خاص اور برگزیدہ اور باقی لوگوں سے علیحدہ کئے گئے لوگ جو خُدا کی ملکیت ہیں۔ اِسی وجہ سے اُنہیں کہا گیا ہے کہ وُہ اپنے مرتبہ کے مُطابق اپنے کردار سے پاکیزگی ظاہر کریں۔ اُنہیں پاک بننے

کے لئے بلایا گیا ہے۔ یعنی وُہ باقی دُنیا سے مختلف نظر آئیں اور اُس کے ہمشکل نہ بنیں۔ خُدا نے بیابان میں اِسرائیلیوں سے کہا کہ ”اُنکی (مصریوں اور کنعانیوں کی) رسموں پر نہ چلنا“ (احبار ۱۸: ۱-۵)۔ بعینہٖ خُداوند یسوعؔ نے بھی اپنے پہاڑی وعظ میں فرمایا کہ ”اُن (غیر قوموں اور فریسیوں) کی مانند نہ بنو“ (متی ۶: ۸)۔

اِس کے برعکس مسیحیوں کو مسیح خُداوند کی پیروی کرنی ہے۔ اور مسیح کے اخلاقی قوانین، اناجیل اور خطوط میں ملتے ہیں جیسے کہ اسرائیل کے لئے خُدا کے قوانین شریعت اور انبیاء کی کتب میں درج تھے۔

لیکن ہمیں کبھی بھی یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ مسیح کی اپنے لوگوں کو ”پاک یا مختلف بننے“ کی بُلاہٹ اُنہیں زہد و تقویٰ کے لئے گوشہ نشینی اختیار کرنے کو کہتی ہے۔ اِس کے برعکس اِنہی لوگوں کو جنہیں اُس نے دُنیا میں سے چُنا، اپنا نمائندہ بنا کر اسی دُنیا میں بھیجا تاکہ وُہ دُوسرے لوگوں کی فروتنی سے خدمت کریں اور اُس کی گواہی دیں (یوحنا ۱۵: ۱۹؛ ۱۷: ۱۵-۱۹)۔

مزید براں، جبکہ وُہ مسیح کی خاطر دُنیا میں رہتے اور دُنیا کی خدمت کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن اُس کے معیار کے مطابق نہیں ڈھلتے تو اُنہیں دُنیا کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ مسیح نے پہلے ہی سے آگاہ کر دیا تھا کہ دُنیا اُن سے نفرت کرے گی اور اُنہیں ستائے گی (یوحنا ۱۵: ۱۸-۲۵؛ ۱۷: ۱۴)۔ پس اُنہیں دُکھ اُٹھانے ہوں گے۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ ناحق دُکھ اٹھانا اور اُنہیں برداشت کرنا، مسیحی بُلاہٹ کا حِصّہ ہیں۔ کیونکہ مسیح نے خود دُکھ اُٹھا کر ہمارے لئے ایک نمُونہ چھوڑا ہے کہ ہم اُس کے نقشِ قدم پر چلیں (۱-پطرس ۲: ۱۸-۲۳)۔

لیکن دُکھ ہمیں جلال کی طرف لے جاتے ہیں۔ یہی کچھ مسیح کے ساتھ بھی ہُوا، اور یہی کچھ اُس کے پیروکاروں کے ساتھ ہوگا۔ چنانچہ پطرسؔ حکم دیتا ہے کہ ہم مسیح کے دُکھوں میں اور آئندہ جلال میں جو ظاہر ہونے والا ہے شریک ہونے کے لئے خُوشی منائیں (۱-پطرس ۴: ۱۳؛ ۵: ۱، ۱۰)۔ پولسؔ رسُول بھی کچھ کہنا کہتا ہے:

”اگر فرزند ہیں تو وارث بھی ہیں یعنی خُدا کے وارث اور مسیح

کے ہم میراث بشرطیکہ ہم اُس کے ساتھ دُکھ اُٹھائیں تاکہ اُس کے ساتھ جلال بھی پائیں“ (رومیوں ۸: ۱۷)۔

خُدا کے ”بے پالک“ فرزند ہو کر اُس کے خاندان میں شامل ہونے کے کچھ نتائج بھی ہیں۔ مثلاً اپنے خُدا باپ کے فرزند ہونے کی حیثیت سے ہم اُس کے رُوح کی سکونت گاہ ہیں۔ دُوسرے، ہم تمام مسیحیوں کے ساتھ ایک برادری میں منسلک ہیں۔ ہم دُنیا میں مسیح کے ایلچی ہیں۔ ہم اُس کی خاطر خدمت کرتے اور دُکھ اُٹھاتے ہیں اور مسیح کے ہم میراث ہیں۔ کیونکہ فرزند ہونے کا مطلب وارث ہونا اور دُکھ اُٹھانا، جلال پانے کا وعدہ ہے۔

اب ہم خُدا کی نجات کی تجویز کے تیسرے درجے یعنی ”سرفرازی“ پر غور کرتے ہیں۔

سرفرازی

نیا عہد نامہ ”مسیحی اُمید“ سے بھرا ہُوا ہے۔ یہ ہمیں یاد دلاتی ہے کہ اگرچہ مسیح نے ہمیں گُناہ سے چُھڑایا اور اب ہم ”بے پالک“ ہونے کے باعث خُدا کے خاندان میں شامل ہیں، تو بھی ابھی بہت کچھ باقی ہے۔ ہم اس کی تکمیل کے بڑے اشتیاق سے منتظر ہیں کیونکہ ہماری ”مسیحی اُمید“ کو اس کے بارے میں کامل یقین ہے۔ یہ پُر مسرت اور پُر اعتماد توقع ہے جسکی بُنیاد خُدا کے وعدوں پر ہے۔ اور جب ہم اپنے ابدی گھر کو جانے کے لئے سفر کرتے ہیں تو یہ ہماری حوصلہ افزائی کرتی اور ہمیں قائم رکھتی ہے۔

ہماری اُمید کا مقصد کیا ہے؟ ہم کس بات کے منتظر ہیں؟ پولسؔ رسُول اُسے ”جلال کی اُمید“ کہتا ہے (رومیوں ۵: ۲)۔ لیکن اِس کا کیا مطلب ہے؟

پہلا، مسیح کی دوبارہ آمد۔ آجکل بعض لوگ اِس بات پر ایمان نہیں رکھتے یا کم از کم اُسکے لفظی طور پر وقوع میں آنے پر۔ لیکن یسوعؔ نے صاف طور پر اور بار ہا کہا کہ وُہ واپس آئے گا اور کہ اُس کی یہ آمد ”بڑی قُدرت اور جلال

کے ساتھ" ہوگی۔ رسولوں نے اس یقین دہانی کو اور بھی وضاحت سے بیان کیا۔
اُس کی یہ آمد شخصی اور دیدنی ہوگی، اور یہ ماورائی صفات کی حامل ہوگی جو اس
وقت ہماری سمجھ اور فہم سے بالا ہے:

"جیسے بجلی پُورب سے کوند کر پچھم تک دکھائی دیتی ہے
ویسے ہی ابنِ آدم کا آنا ہوگا (متی ۲۴:۲۷)۔

دُوسرا، قیامت۔ قیامت کا مطلب مُردے میں جان ڈالنا نہیں ہے۔ جن
مُردوں کو مسیح نے اپنی زمینی خدمت کے دوران جلایا، اُن کے مُردہ جسم میں دوبارہ
جان ڈالی گئی تھی۔ وُہ موت سے واپس آئے، اپنی پُرانی زندگی کو پھر سے شروع کیا
اور بعد میں دُوسری مرتبہ مرے۔ لیکن قیامت کا مطلب ایک نئی، فرق اور غیر فانی
زندگی شروع کرنا ہے۔ پس ہمارے جی اُٹھے بدن جو اگرچہ اپنے موجودہ بدن کو
تھوڑا بہت جاری رکھے ہوئے ہوں گے، بدل جائیں گے۔ اور جیسے پولُس رسول
کہتا ہے کہ جس طرح پودا بیج سے جس سے وُہ نکلا ہوتا ہے فرق ہوتا ہے وہ بھی
فرق ہوں گے۔ وُہ گلنے سڑنے اور پُرانی انسانیت یعنی گری ہُوئی فطرت سے آزاد
ہوں گے۔ نیز اُن کے پاس نئی قدرت بھی ہوگی۔ درحقیقت ہمارے جی اُٹھے بدن
مسیح کے بدن کی مانند "جلالی جسم" ہوں گے
(دیکھئے فلپیوں ۳:۲۱ اور ۱-کرنتھیوں ۱۵:۳۵-۵۷)۔

تیسرا، عدالت۔ جب مسیح دوبارہ آئے گا تو نجات اور عدالت دونوں مکمل کی
جائیں گی۔ کیونکہ جس طرح مسیح نے بیان کیا، یہ دونوں عمل ہیں جو اس زندگی میں
شروع ہوئے (یوحنا ۵:۱۹-۲۹)۔ ہماری، ہمارے کاموں کے مطابق عدالت
ہوگی (متی ۱۶:۲۷؛ یوحنا ۵:۲۸، ۲۹؛ رومیوں ۲:۶؛ مکاشفہ ۲۰:۱۱-۱۵)۔ ہم
اپنے کاموں سے خدا کے حضور راستباز نہیں ٹھہر سکتے۔ راستباز ٹھہرایا جانا، صرف
مسیح میں اور اُس کے تکمیل شدہ کام پر ایمان کے ذریعہ خدا کے فضل سے ہے۔
لیکن ہماری عدالت ہمارے کاموں کے مطابق ہوگی کیونکہ عدالت ایک عوامی موقع
ہوگا اور ہمارے کام ہی یعنی جو کچھ ہم نے کہا اور کیا عوامی شہادت ہوں گے جو یہ
ثابت کریں گے کہ ہم میں بچانے والا ایمان تھا کہ نہیں۔ وُہ لوگ جن کے کام ظاہر کریں

گے کہ انہوں نے خوشخبری اور مسیح کو رد کیا ہے دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔ دوزخ
کی صحیح نوعیت خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو، وُہ ایک خوفناک حقیقت ہے۔ مسیح نے
اُسے "باہر اندھیرے میں" کہا ہے اور ہمیں تلقین کی ہے کہ "اُسی سے ڈرو جو رُوح
اور بدن دونوں کو جہنم میں ڈال سکتا ہے" (متی ۱۰:۲۸)۔

چوتھا، نئی کائنات۔ اِسے مختلف طریقوں سے بیان کیا گیا۔ ایک "نئی زمین
اور نیا آسمان" ہوگا (۲-پطرس ۳:۱۳؛ مکاشفہ ۲۱:۱)، کیونکہ خدا "سب چیزوں کو
نیا بنا" دے گا (مکاشفہ ۲۱:۵)۔ مسیح نے اِسے "نئی پیدائش" کہا (متی ۱۹:۲۸)۔
پولُس اِسے "مسیح میں سب چیزوں کا مجموعہ" ہونا (افسیوں ۱:۱۰) اور پطرس اِسے
"سب چیزوں کی بحالی" کہتا ہے (اعمال ۳:۲۱)۔

عام طور پر مسیحی اپنی پرستش، اپنی توجہ کچھ زیادہ ہی بہشت کی منفی خوشیوں
پر مرکوز رکھتے ہیں یعنی مکاشفہ میں مندرج اِن وعدوں پر کہ وہاں نہ بھوک ہوگی
نہ پیاس، نہ آنسو ہوں گے نہ دُکھ درد، نہ رات ہوگی، نہ لعنت اور نہ ہی موت۔
بلاشبہ ہمیں اِن کی غیر موجودگی کے لئے خدا کا شکر ادا کرنا چاہیئے، لیکن اِس سے
کہیں زیادہ اِن کے موجود نہ ہونے کی وجہ یعنی خدا کے تخت کی مرکزی اور سب
پر چھائی ہُوئی موجودگی کے لئے۔

جب یُوحنا رسول کو آسمانی چیزوں کی رویا اور "کھلے دروازے" میں سے اندر
جھانکنے کی اجازت دی گئی تو سب سے پہلے جس چیز پر اُس کی نظر پڑی وُہ ایک
"تخت" تھا (مکاشفہ ۴:۱-۲) جو خدا کی حاکمیت کو ظاہر کرتا تھا۔ اِس رُویا میں باقی
تمام باتوں کا تعلق اِسی تخت سے تھا۔ باپ، مع برّہ (بیٹے) اور "خدا کی سات رُوحوں"
کے جو پاک رُوح کی نمائندگی کرتی تھیں اُس پر تخت نشین تھا۔ اُس کے گرداگرد دائرے
میں ۲۴ بزرگ جو کلیسیا کو ظاہر کرتے تھے اور چار جاندار جو تخلیق کا نشان تھے اور
اُن کی پُشت پر لاتعداد فرشتے کھڑے تھے۔ تخت سے بجلیاں اور گرجیں پیدا
ہو رہی تھیں، اور اِس تخت کے سامنے مخلصی یافتہ رُوحوں کا ایک عظیم مجمع تھا۔
یہ تمام قوموں اور زبانوں سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ سفید لباس پہنے، فتح کے
نشان کے طور پر کھجور کی ڈالیاں لہراتے ہُوئے "بڑی آواز سے چلا چلا کر کہتی تھیں

کہ نجات ہمارے خُدا کی طرف سے ہے جو تخت پر بیٹھا ہے اور برّہ کی طرف سے" (مکاشفہ ابواب ۴-۷)۔

بائبل مُقدّس، کائنات کی تخلیق کے بیان سے شروع ہوتی ہے اور اِس کا اختتام بھی کائنات کی نئی تخلیق سے ہوتا ہے۔ یہ بیان کرتی ہے کہ کس طرح شروع میں اِنسان گناہ میں گر گیا اور اُسے بہشت سے محرُوم ہونا پڑا۔ اور اِس کا اختتام بھی باغ میں ہوتا ہے اور اِنسان کو پھر بہشت مِل جاتا ہے۔ یہاں کھانے اور شِفا کے لئے زِندگی کا درخت اور تازگی کے لئے آبِ حیات ہے۔ اور آبِ حیات کا دریا "خُدا اور برّہ کے تخت" سے نِکل کر بہتا ہے (مکاشفہ ۲۲:۱) اور بالآخر خدا کی بادشاہی پایۂ تکمیل کو پہنچتی ہے۔ تمام مخلُوق اُس کے ماتحت ہے۔ اور ہماری میراث کی برکات اُس کی کامِل حکُومت کی مرہُونِ مِنّت ہوگی۔ پس وُہ عظیم گرُوہ یہ گاتا ہے:

"ہَلِلُویاہ! اِسلئے کہ خُداوند ہمارا خُدا قادرِ مُطلق بادشاہی کرتا ہے" (مکاشفہ ۱۹:۶)۔

اور کسی نہ کسی طرح اُس کے بے پالک اور سرفراز کئے ہُوئے لوگ اُس کی حکُومت میں شریک ہوں گے:

"اور وُہ ابدالآباد بادشاہی کریں گے" (مکاشفہ ۲۲:۵)۔

بائبل کا اختیار

اِس کِتاب کے پہلے حِصّے میں مَیں نے بائبل کے پیغام کا خُلاصہ پیش کیا اور اِس سے پہلے کی تین ۳ جلدوں میں جغرافیائی اور تاریخی پس منظر بیان کیا جس میں یہ پیغام موصُول اور رقم کیا گیا۔ لیکن کیا بائبل کا پیغام واقعی خُدا کے اِلہام سے ہے؟ کیا ہم بائبل پر اِعتبار کر سکتے ہیں؟

یہ سوال بڑا اہم ہے اور اِسے ٹالا نہیں جا سکتا، کیونکہ بہُت سے نازک مسائل خطرے میں ہیں۔ ایک بات یہ ہے کہ بائبل مُقدّس دعوےٰ کرتی ہے کہ وُہ نجات کی کتاب ہے جو ہمیں نجات کی تعلیم دیتی ہے۔ لِہٰذا ہمارے لئے یہ جاننا ضرُوری ہے کہ جس طریقۂ نجات کو وُہ پیش کرتی ہے آیا وُہ دُرست ہے یا غلط۔ اِس پر ہی اِنسان کی عاقبت کا اِنحصار ہے۔

دُوسری بات یہ ہے کہ آج کل کلیسیا نااتفاقی کا شِکار ہے۔ جب غیر مسیحی دُنیا یہ دیکھتی ہے کہ مسیحی مثبت تعلیم دینے کی بجائے خُود آپس میں ایک دُوسرے سے اِختلاف رکھتے اور مُتفق نہیں تو وُہ اُن کے بارے میں اچھّی رائے نہیں رکھتی۔ ایسا کیوں ہے؟

کلیسیا میں اِختلاف اور نااتفاقی کی بنُیادی وجہ یہ ہے کہ وُہ کسی ایک معیار پر مُتفق نہیں۔ بالآخر کلیسیا کو اپنے خُداوند مسیح کے اختیار ہی کو ماننا ہے لیکن کیا یہ مُمکن ہے کہ مسیح اپنی کلیسیا پر حکُومت اور اُس کی اِصلاح اپنے کلام کے ذریعہ سے کرنا چاہتا ہے؟ کیا یہ مُمکن ہے کہ اُس کی یہ نصیحت کہ "جسکے کان ہوں وُہ سُنے کہ رُوح کلیسیاؤں سے کیا فرماتا ہے" (مکاشفہ ابواب ۱، ۲) کلامِ مُقدّس کی طرف مُتوجہ ہونے کی دعوت ہو جسکے ذریعہ رُوح اب بھی کلیسیاؤں سے کلام کرتا ہے؟

کم از کم ان دو ۲ وجوہات کی وجہ سے ہماری یہ تحقیق کہ بائبل مُقدّس کو کیا اور کیوں اختیار حاصل ہے یا نہیں بڑی عملی اہمیّت کی حامِل بن جاتی ہے۔

لیکن اِس کے باوجُود بھی اِس کا تعلق موجُودہ مُختلف رُجحانات سے ہے۔ اِختیارات کے خِلاف سخت لہر اُٹھی ہُوئی ہے۔ آجکل قوانین اور روایات کے اِختیارات کے خِلاف بغاوت پائی جاتی ہے۔ اگر ہم یہ ثابت بھی کر دیں کہ بائبل مُقدّس کو اختیار حاصل ہے تو بھی مُتعدد لوگ اِسی بِنا پر قبول کرنے کی بجائے اِسے ردّ کر دیں گے۔ مزید براں، آجکل مذہبی اعتقادات کو مِلا کر پیش کرنے کا فیشن ہے، یعنی ایک مذہب کا اِنکار کرنا اور یہ ایمان رکھنا کہ ہر ایک مذہب تھوڑا بُہت سچّا ہے اَور پھر اُن کو مِلانے کی کوشش کرنا۔ دُوسرے مذاہب کی بھی مُقدّس کتابیں ہیں، تو پھر مسیحی پاک نوِشتوں یعنی بائبل مُقدّس میں کونسی خاص خوبی ہے؟

مکاشفہ، الہام، اختیار

پس اپنے موضُوع کی اہمیّت کا احساس رکھتے اَور یہ جانتے ہُوئے کہ مُتعدد لوگ ہماری بائبل کی لاثانیت کو ثابت کرنے کی کوشش پر صاد نہیں کریں گے، ہم اپنے موضُوع کو تین الفاظ کی تشریح سے شرُوع کرتے ہیں۔ اِس سِلسلہ میں مسیحی جو تین لفظ عام طور پر استعمال کرتے ہیں وُہ یہ ہیں: مکاشفہ، الہام اَور اختیار۔ اِن کا آپس میں تعلق تو ہے مگر یہ پھر بھی مختلف ہیں۔

اِن میں بُنیادی لفظ "مکاشفہ" ہے۔ یہ ظاہر کرتا ہے کہ خُدا نے اپنے آپ کو ظاہر کرنے کے لئے پہل کی۔ اِس تصوّر کی مقبولیت بڑی واضح ہے، کیونکہ خدا جو کچُھ بھی ہے وُہ ہمارے فہم و اِدراک سے بالا ہے۔ "کیا تُو تلاش سے خُدا کو پا سکتا ہے؟ کیا تُو قادرِ مُطلق کا بھید کمال کے ساتھ دریافت کر سکتا ہے؟" (ایوب ۱۱:۷)۔ ہرگز نہیں۔ اُس کی لامحدُود عظمت ہماری آنکھوں سے اوجھل ہے۔ ہم از خُود اُسے تلاش نہیں کر سکتے۔ اُسے جاننے کے لئے ضرُوری ہے کہ وُہ اپنے آپ کو خُود ہم پر ظاہر کرے۔

دُوسرا لفظ "الہام" اُس خاص طریقے کو ظاہر کرتا ہے جس کے ذریعہ خُدا نے اَپنے آپ کو اکثر ظاہر کیا ہے۔ اُس نے اَپنے آپ کو کچُھ تو فِطرت میں اَور زیادہ تر مسیح میں

ظاہر کیا لیکن وُہ خاص خاص لوگوں سے بھی ہمکلام ہوتا رہا ہے۔ اَور ہم اِس زبانی کلامی سِلسلہ ہی کو "الہام" کہتے ہیں۔ جب پَولُس رسُول یہ لکھتا ہے کہ "ہر ایک صحیفہ جو خُدا کے الہام سے ہے" (۲-تیمتھیس ۳:۱۶) تو "خُدا کے الہام" کے تین الفاظ یُونانی کے ایک ہی لفظ کو بیان کرتے ہیں جس کا لفظی ترجمہ ہے "خُدا کا پھُونکا ہُوا"۔ تاہم اِس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ خُدا نے لکھنے والوں میں پھُونکا یا اُس نے اُن کی تحریرات میں ایک خاص رنگ دینے کے لئے پھُونکا بلکہ یہ کہ جو کچُھ اُنہوں نے لِکھا وُہ خُدا کی طرف سے تھا۔ خُدا نے اُن کے وسیلہ سے کلام کیا۔ وُہ خُدا کے ترجمان تھے۔

مزید براں، یہ الہام، زبانی الہام تھا جو ہر اُس لفظ میں جو مُصنّفین نے اِستعمال کیا سمایا ہُوا تھا، اَور یہی اُن کا دعوےٰ بھی تھا۔ مثلاً جو کچُھ پَولُس رسُول پر خُدا نے ظاہر کیا، وُہ اِسے دُوسروں تک پہُنچاتے ہُوئے کہتا ہے "ہم اُن باتوں کو اِن الفاظ میں نہیں بیان کرتے جو انسانی حِکمت نے ہم کو سکھائے ہوں بلکہ اِن الفاظ میں جو رُوح نے سِکھائے ہیں" (۱-کرنتھیوں ۲:۱۳)۔ اِس میں حیرانی کی کوئی بات نہیں کیونکہ خاص پیغام کو خاص الفاظ میں ہی پہُنچایا جا سکتا ہے۔

تیسرا لفظ "اختیار" ہے۔ یہ اُس قوّت یا وزن کو ظاہر کرتا ہے جو پاک نوِشتوں میں پایا جاتا ہے، کیونکہ یہ اِلٰہی مکاشفہ ہے جو الہام کے ذریعہ دیا گیا ہے۔ اگر یہ خُدا کا کلام ہے تو اِنسان پر اِختیار رکھتا ہے۔ کیونکہ ہر لفظ کے پس پُشت وُہی شخص ہوتا ہے جس کے مُنہ سے وُہ نِکلتا ہے۔ یہ متکلّم خُود ہی ہے (اُس کا کردار، علم اَور مرتبہ) جو یہ اندازہ لگاتا ہے کہ لوگ اُس کے الفاظ کو کیا سمجھتے ہیں۔ پس خُدا کے الفاظ میں خُدا کا اِختیار پایا جاتا ہے۔ چونکہ وُہ خُدا ہے اِس لئے جو کچُھ اُس نے فرمایا ہے، ہمیں اُس پر اِیمان رکھنا چاہیئے۔

یہ وُہ سبق ہے جو پطرسؔ نے اُس وقت سیکھا جبکہ یسوؔع نے اُسے گلِیل کی جھیل میں مچھلیاں پکڑنے کے لئے گہرے میں جال ڈالنے کو کہا۔ اُس کے کئی سالوں کے ماہی گیری کے تجرُبہ نے اِس تجویز کی مخالفت کی۔ چنانچہ اُس نے احتجاج کرتے ہُوئے کہا "اے صاحب ہم نے رات بھر محنت کی اَور کچُھ ہاتھ نہ آیا مگر تیرے کہنے سے جال ڈالتا ہُوں" (لُوقا ۵:۴-۵)۔

ہمارا دعوٰے یہ ہے کہ خدا نے کلام کرنے کے ذریعہ اپنے آپ کو ظاہر کیا، یہ الٰہی کلام لکھا گیا اور پاک نوشتوں میں محفوظ ہے۔ درحقیقت یہ پاک نوشتے خدا کا تحریری کلام ہیں، اس لئے وُہ درست اور قابلِ اعتبار ہیں اور انسانوں پر الٰہی اختیار رکھتے ہیں۔

تین۳ منفی پہلو

اب یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان تین۳ الفاظ کی تشریح کے بعد چند منفی پہلو بھی بیان کر دیئے جائیں تاکہ متوقع اعتراضات اور نکتہ چینیوں کا سدِباب ہو جائے۔

پہلا، خدا کے الہام کا طریقہ مشینی نہیں تھا۔ خدا نے پاک نوشتوں کے مصنفین کو املا لکھنے والے شخص یا مشین یا ٹیپ ریکارڈر کے طور پر استعمال نہیں کیا بلکہ زندہ اور ذمہ دار شخصیت کے طور پر۔ بعض اوقات اُس نے اُن سے خواب اور رُویا میں کلام کیا، بعض اوقات صاف آواز میں اور بعض اوقات فرشتوں کے ذریعہ۔ کئی موقعے ایسے بھی تھے جن کے بارے میں ہمیں یہ نہیں بتایا گیا کہ خدا کا کلام کیسے ملا۔ یُوں لُوقا کے معاملہ میں الہام یقیناً انسانی تحقیق کا مخالف نہیں، کیونکہ لُوقا اپنی انجیل کے شروع میں بتاتا ہے کہ اُسے کسقدر تحقیق سے کام لینا پڑا۔ آدمیوں سے ہمکلام ہونے کے لئے خدا خواہ کوئی بھی طریقہ کیوں نہ اختیار کرے ، وُہ اُن کی اپنی شخصیت کو ختم نہیں کرتا۔ اس کے برعکس جب اُنہوں نے لکھا تو وُہ اُن کے اپنے ذخیرۂ الفاظ اور طرزِ تحریر کے مطابق تھا، اور یہی حال اُن کے مضامین کو چُننے کا تھا۔ یہ کوئی اتفاقی امر نہیں تھا کہ عاموس نبی نے خدا کے انصاف کو، ہوسیع نبی نے اُس کی محبت کو اور یسعیاہ نبی نے اُس کی شاہی حاکمیت کو بیان کیا۔ اور نہ پولس کا ایمان اور فضل کا، یعقوب کا کاموں کا، یوحنا کا محبت کا اور پطرس کا اُمید کا رسُول ہونا کوئی حادثاتی واقعہ تھا۔ بائبل مُقدس کے متن کو پڑھنے سے جو اندرونی گواہی ملتی ہے وُہ یہ ہے کہ خدا نے بائبل کے مصنفین کی شخصیت، مزاج، پس منظر

اور تجربہ کو پُوری طرح استعمال کیا تاکہ وُہ ہر ایک کے وسیلے سے ایک مُناسب اور مختلف پیغام دے۔

پس بائبل مُقدس خدا اور انسان دونوں کا کلام ہے۔ اگر یہ سچ ہے کہ "خداوند نے اپنے مُنہ سے فرمایا ہے" (یسعیاہ ۱: ۲۰) تو یہ بھی سچ ہے کہ خدا نے "نبیوں کی معرفت کلام" کیا (عبرانیوں ۱: ۱) اور نبی "خدا کی طرف سے بولتے تھے" (۲-پطرس ۱: ۲۱)۔ پھر ایک ہی مصنف ایک ہی باب میں شریعت کو "مُوسیٰ کی شریعت" اور "خداوند کی شریعت" دونوں کہہ سکتا ہے (لُوقا ۲: ۲۲، ۲۳)۔

بائبل کے متعلق اس دہری حقیقت کی ہمیں بڑی احتیاط سے حفاظت کرنی چاہیئے۔ ایک طرف تو خدا نے کلام کیا یعنی سچائی کو ظاہر کیا اور انسانی مصنفین کی شخصیت کو چھُوئے بغیر اُن کی سہو و نسیان سے حفاظت کی۔ دُوسری طرف آدمیوں نے اپنی لیاقتوں کو آزادی سے استعمال کرتے ہُوئے اور الٰہی پیغام کو نقصان پہنچائے بغیر کلام کیا۔ اُن کے الفاظ حقیقی معنوں میں اُن کے الفاظ تھے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ وُہ خدا کے الفاظ بھی تھے۔ پس جو کچھ کلام کہتا ہے وُہ خدا ہی کہتا ہے۔

دُوسرا، اگرچہ بائبل مُقدس خدا کا سچا کلام ہے تو بھی اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بائبل کا ہر ایک لفظ، لفظاً سچ ہے جیسا کہ اکثر لوگ سمجھتے ہیں۔ ہم اپنے اس بیان کو درُست ثابت کرنے کے لئے متعدد ثبُوت پیش کریں گے۔

پہلی بات یہ ہے کہ بائبل کا ہر ایک لفظ صرف اپنے متن میں ہی یعنی اپنے سیاق و سباق میں ہی درُست ہے۔ اگر ہم اُسے اُس کے متن سے نکال دیں تو ممکن ہے وُہ سچ نہ ہو۔ جو کچھ مَیں بیان کر رہا ہُوں، اُس کی مثال ایوب کی کتاب ہے جس کا زیادہ تر متن اُس مکالمہ پر مشتمل ہے جو غمزدہ ایوب اور اُس کے تین بلکہ چار تسلی دینے والوں کے درمیان ہُوا۔ یہ مکالمہ ابواب ۱ سے ۳۷ تک ہے۔ پھر ابواب ۳۸ - ۴۲ میں خدا اپنے آپ کو ایوب پر ظاہر کرتا ہے۔ ایوب اور اُس کے تسلی دینے والوں نے جو کچھ ابواب ۱-۳۷ میں کہا اُن میں سے بعض باتیں غلط ہیں۔ یہ باتیں اس لئے نہیں لکھی گئیں کہ اِن پر ایمان رکھا

CamScanner

جائے بلکہ اِس لئے کہ کتاب کے آخری حِصّے میں اُن کی تردید کی جائے۔ یہ ہمیں اِس کتاب کے آخر میں بتایا گیا ہے جبکہ ایوبؔ خُدا سے کہتا ہے: "مَیں نے جو نہ سمجھا وُہی کہا" اور جب خُدا نے اُس کے تسلّی دینے والوں کو کہا: "تم نے میری بابت وُہ بات نہ کہی جو حق ہے" (ایوب ۴۲: ۳، ۷)۔ مجمُوعی طور پر تمام کتاب خُدا کا کلام ہے لیکن پہلے ۳۷ ابواب کو صِرف آخری پانچ ابواب کی روشنی میں سمجھا جا سکتا ہے۔

پھر بائبل مُقدّس کے ایک بڑے حِصّے کو دیدہ دانِستہ تشبیہی زبان میں بیان کیا گیا ہے۔ چُنانچہ خُدا کے بارے میں مُتعدد تشبیہات مِلتی ہیں جو اُسے اِنسان کی شکل میں پیش کرتی ہیں۔ مثلاً اُس کی آنکھیں اور کان، اُس کے پھیلے ہُوئے ہاتھ، زور آور بازُو اور اُنگلیاں، اُس کا مُنہ، اُس کی سانس اور اُس کے نتھنے ہیں۔ لیکن ہم اُن کو لفظاً نہیں لیتے کیونکہ خُدا رُوح ہے (یُوحنّا ۴: ۲۴) اِس لئے اُس کا جسم یا بدن نہیں ہو سکتا۔ پس جب ہم یہ پڑھتے ہیں کہ "خُداوند کی آنکھیں ساری زمین پر پھرتی ہیں تاکہ وُہ اُن کی اِمداد میں جِنکا دل اُس کی طرف کامل ہے اپنے تئیں قوی دکھائے" (۲۔تواریخ ۱۶: ۹) تو اُس سے یہ نہیں سمجھتے کہ واقعی اُس کی دو آنکھیں زمین کو گھُورتی رہتی ہیں بلکہ یہ سمجھتے ہیں کہ دُنیا کے کِسی بھی خطّے میں کوئی بھی اُس سے پوشیدہ نہیں اور جو اُس پر ایمان رکھتے ہیں وُہ اُن کی ہر وقت مدد کرنے کے لئے تیار رہتا ہے۔ اِسی طرح جب ہم اُن لوگوں کے بارے میں پڑھتے ہیں جو اُس کے "پروں" کے نیچے چھپے ہُوئے ہیں تو ہمارے ذہن میں یہ خیال نہیں آتا کہ خُدا مِثل ایک پرندے کے ہے بلکہ یہ سیکھتے ہیں کہ جو اُس میں پناہ لیتے ہیں، وُہ اُن کی حفاظت کرتا ہے۔

بعیِنہٖ جب زبُور نویس یہ لکھتا ہے کہ آفتاب "دُلہا کی مانِند اپنے خلوت خانہ سے نِکلتا ہے اور پہلوان کی طرح اپنی دوڑ میں دَوڑنے کو خُوش ہے" اور وُہ اُس کے طلُوع ہونے اور دُنیا کے ایک کونے سے دُوسرے کونے تک گشت کرنے کے متعلق بتاتا ہے تو وُہ ہمیں یہ ایمان رکھنے پر مجبُور نہیں کرتا کہ سُورج زمین کے گِرد گھُومتا ہے۔ آج بھی سائنسدان سُورج کے بارے میں شِیریں کلامی کر سکتے اور اُس کے "طلُوع

اور "غروب" ہونے کے متعلق کہہ سکتے ہیں۔ اور اُنہیں اِس کے لئے معذرت پیش کرنے کی ضرُورت بھی نہیں کیونکہ لوگ جانتے ہیں کہ وُہ شاعرانہ زبان اِستعمال کر رہے اور عام مشاہدہ پیش کر رہے ہیں نہ کہ سائنس۔

تیسرا، پاک نوِشتوں کا الہامی متن وُہ اصل عبرانی یا یُونانی متن ہے جسے اُس کے مُصنّفین نے خُود لکھا ہے۔ ہم کِسی ترجمہ کے بارے میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ خاص طور پر خُدا کے الہام سے کیا گیا ہے خواہ وُہ قدیم لاطینی ترجمہ ہو یا جدید انگریزی ترجمہ یا کوئی اور خاص تفسیر۔

یہ دُرست ہے کہ مُصنّف کے اپنے ہاتھ کے مُسوّدے موجُود نہیں ہیں۔ خُدا نے دیدہ دانِستہ اُنہیں ضائع ہونے دیا، کیونکہ اگر وُہ موجُود رہتے تو عین ممکن تھا کہ لوگ اُن کو پُوجنے لگتے۔ لیکن ہم یہ جانتے ہیں کہ عبرانی کاتبوں نے عبرانی کتابِ مُقدّس کو بڑی احتیاط سے نقل کیا ہے اور یہی حال یُونانی متن کا ہے۔ مزید براں، ہمارے پاس کِسی بھی قدیم لِٹریچر کی نِسبت اصل مُسودے کی کہیں زیادہ قدیم نقول موجُود ہیں۔ ہم اِن کے آپس میں مُقابلے اور اِبتدائی ترجموں اور آبائے کلیسیا اور دیگر عُلما کی تحریرات میں انجیلِ جلیل کے اقتباسات سے اِن کا مُقابلہ کر کے بائبل مُقدّس اور خاص طور پر نئے عہدنامہ کا صحیح ترین متن معلُوم کر سکتے ہیں۔ باقی دیگر بعض چھوٹی موٹی اِختلافی باتیں ایسی ہیں جو بائبل کی بنیادی تعلیم پر کسی طرح بھی اثرانداز نہیں ہوتیں۔

اب تک مَیں نے یہ بیان کرنے کی کوشش کی ہے کہ ہم بائبل کے بارے میں کونسے دعوے کرتے اور کونسے نہیں کرتے ہیں۔ اب ہم اپنے اِس یقین کی وجوہات بیان کریں گے کہ بائبل مُقدّس خُدا کا کلام ہے، اِس کا منبع خُدا ہے اور یہ آدمیوں پر اِختیار رکھتا ہے۔ اِس کے مُتعدد مُختلف جواب دِئے گئے ہیں۔ مَیں پہلے تین کو مختصراً بیان کرُوں گا جبکہ چوتھے پر بالتفصیل بحث کرُوں گا۔

بائبل کے اختیار پر شہادتیں

پہلی شہادت یہ ہے کہ تمام بڑی جماعتیں اور کلیسیائیں پاک نوشتوں کے الہامی ہونے پر ایمان رکھتی ہیں ۔ اگر آپ رومن کیتھولک، اینگلیکن، پریسبٹرین، لوتھرن یا دیگر کلیسیاؤں کے اقرارالایمان کو پڑھیں تو سب کی متفقہ گواہی یہی ہے ۔ بلاشبہ یہ اتنی ٹھوس شہادت تو نہیں، اور ممکن ہے بعض کے نزدیک قابل اعتنا نہ ہو۔ لیکن ہم صدیوں پرانی روایات کو اتنی آسانی سے رد نہیں کر سکتے اور اس معاملہ میں تو اتفاق بڑا ہی اہم ہے۔

دوسری، یہ کہ بائبل کے مصنفین نے خود بھی یہی دعوے کیا ہے اور یہ پہلے سے بھی زیادہ اثر آفرین ہے۔ مثلاً موسیٰ نے کہا کہ اُسے شریعت خُدا کی طرف سے ملی ہے ۔ انبیاء نے اپنے اقوال کو یہ کہہ کر متعارف کرایا کہ "خُدا یوں فرماتا ہے" یا "خُداوند کا کلام مجھ پر نازل ہُوا"۔ اور رسُولوں نے بھی اس قسم کے بیانات لکھے جیسے کہ پولُس رسُول نے تحریر کیا :

"جب خُدا کا پیغام ہماری معرفت تمہارے پاس پہنچا تو تُم نے اُسے آدمیوں کا کلام سمجھ کر نہیں بلکہ (جیسا حقیقت میں ہے) خُدا کا کلام جان کر قبول کیا اور وہ تُم میں جو ایمان لائے ہو تاثیر بھی کر رہا ہے" (۱۔ تھسلنیکیوں ۲ : ۱۳)۔

پھر مزید یہ کہ بائبل کے مصنفین نے ایک دُوسرے کے لئے بھی یہی دعوے کیا۔ ہمیں پاک نوشتوں میں ایک دُوسرے کی تصدیق کے بہت سے حوالے ملتے ہیں۔ مثلاً انبیاء نے شریعت کی تصدیق کی اور زبور نویس نے اُس کی سچائی، خوبصورتی اور شیرینی کو سراہا (مثلاً زبور ۱۹ اور ۱۱۹)۔ علاوہ ازیں، نیا عہدنامہ، پُرانے عہدنامہ کی تصدیق کرتا ہے۔ رسُولوں نے اپنی تحریرات میں وہاں سے متعدد اقتباسات درج کئے ہیں۔ اور یہاں تک کہ پطرس رسُول "پیارے بھائی پولُس" کی "حکمت" کی تعریف کرتے ہُوئے اُس کے خطوط کو پاک نوشتوں کے برابر گردانتا ہے (۲۔ پطرس ۳ : ۱۵۔ ۱۶)۔

تیسری، پاک نوشتوں کے اختیار اور الہامی ہونے کی تیسری شہادت کلام پاک کے قارئین مہیا کرتے ہیں۔ کیونکہ بائبل کی خصوصیات ایسی ہیں جن کا ایک سنجیدہ قاری نوٹس لئے بغیر رہ ہی نہیں سکتا۔ مثلاً بائبل کی کُتب میں شاندار یگانگت، جس پر میں بھی کافی کچھ بیان کر چکا ہوں ۔ انسانی مصنفین میں اختلافات کے پیش نظر، اس یگانگت کا صرف ایک ہی جواب ہو سکتا ہے کہ ان انسانی مصنفین کی پُشت پر صرف ایک ہی الٰہی مصنف تھا۔ اس یگانگت کا ایک اور پہلو بھی ہے اور وہ ہے ان کتب میں تکمیل شدہ پیشنگوئیوں کے عجیب و غریب واقعات۔ پھر پاک کلام کے عظیم مضامین کی پاکیزگی اور عظمت اور ہزاروں سال بعد بھی اس کے پیغام کا انسانی ضرورت کے مطابق ہونا، جس کی شہادت اس کے بے حد مقبول ہونے سے ملتی ہے۔

مزید براں، اس میں خُدا کی وہ قدرت ہے جو انسانی زندگیوں میں کام کرتی ہے، یعنی انسانی اخلاق کو سدھارتی، غم زدوں کو تسلّی دیتی، مغروروں کے تکبر کو ختم کرتی، گنہگاروں کی اصلاح کرتی، مایوس اور شکستہ دلوں کی ہمت افزائی کرتی، نااُمیدوں کو اُمید دلاتی اور گمراہوں کی صحیح راستہ کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔ علاوہ ازیں، اس میں جسے مصلحین "پاک رُوح کی باطنی گواہی" کہتے ہیں پائی جاتی ہے۔ یہ گہری تسلّی اور قائلیت ہے کہ بائبل مقدس خُدا کی سچائی کو بیان کرتی ہے۔ یہ ایک ایسی قائلیت ہے جو خارجی ثبوت مثلاً آثار قدیمہ کی کھدائی میں جو ثبوت ملے ہیں، اُن سے نہیں اُبھرتی بلکہ باطنی طور پر پاک رُوح کے وسیلہ سے ملتی ہے۔ یہ اُن لوگوں کا تجربہ ہے جن کے دل خُدا کے لئے سُلگتے رہتے ہیں۔ یہ تجربہ سب سے پہلے شاگردوں کو اماؤس کی راہ پر ہُوا لیکن موجودہ زمانہ میں اب بھی حقیقی مسیحیوں کو ملتا ہے :

"جب وہ راہ میں ہم سے باتیں کرتا اور ہم پر نوشتوں کا بھید کھولتا تھا تو کیا ہمارے دل جوش سے نہ بھر گئے تھے ؟" (لوقا ۲۴ : ۳۲)۔

لیکن سب سے بڑی وجہ کہ مسیحی کیوں پاک نوشتوں کے صاحبِ اختیار اور الہامی ہونے پر یقین رکھتے ہیں یہ نہیں ہے کہ کلیسیائیں یہ سکھاتی ہیں، یا مُصنّفین نے یہ دعوےٰ کیا یا قارئین یہ محسُوس کرتے ہیں بلکہ یہ کہ مسیح خُداوند نے خُود فرمایا ہے۔ چونکہ مسیح نے بائبل کے اِختیار کی تصدیق کی ہے، اس ہمیں یہ ماننا پڑتا ہے کہ مسیح کا اختیار اور بائبل کا اِختیار ساتھ ساتھ چلتے ہیں یعنی اگر ایک کو مانیں تو دُوسرے کو بھی ماننا پڑتا ہے۔

مُمکن ہے کوئی پاک نوشتوں کے بارے میں مسیح کی گواہی پر فوراً اعتراض کرے اور کہے "میں کیسے جان سکتا ہُوں کہ پاک نوشتے الہامی ہیں؟" مسیح کی وجہ سے جس نے ایسا کہا۔ "میں کیسے جان سکتا ہُوں کہ مسیح نے ایسے کہا؟" پاک نوشتوں سے جو الہامی ہیں۔ "یہ تو اصل مسئلہ سے بچنا ہے"۔ ہمارا معترض کہے گا۔ "یہ تو جو میں جاننا چاہتا ہُوں پہلے ہی سے فرض کر لینا ہے"۔ لیکن اُس نے ہمارے بیان کو دُرستی سے نہیں سمجھا۔ جب ہم پہلی مرتبہ بائبل کو پڑھتے ہیں تو ہم اُسے پہلے ہی سے الہامی فرض نہیں کر لیتے۔ ہم اُسے تاریخی دستاویز کے طور پر قبول کرتے ہیں جس میں خاص طور پر پہلی صدی کے مسیحیوں کی مسیح کے بارے میں گواہی درج ہے۔ اور جب ہم اُن کی گواہی کو پڑھتے ہیں تو ہم اب بھی کلام کے بارے میں کوئی خاص اعتقاد اپنائے بغیر مسیح کو قبول کر لیتے ہیں۔ لیکن پھر مسیح جسے ہم قبول کر چکے ہیں ہمیں واپس کلام کی طرف بھیج دیتا ہے۔ اَب وہ ہمیں اُس کی نئی سمجھ دیتا ہے کیونکہ وُہ ہمارے لئے اُس کے اختیار کی تصدیق کرتا ہے۔

لیکن مسیح نے کلامِ مقدّس کی تصدیق کیسے کی؟ کلامِ مُقدّس کے دو حِصّے ہیں، ایک پُرانا عہد نامہ اور دُوسرا نیا عہد نامہ۔ مسیح خُداوند نے ان دونوں کی مُختلف طریقے سے تصدیق کی۔

پُرانے عہد نامہ کے بارے میں مسیح کا نظریہ

بلاشُبہ، انجیل کا احتیاط سے مُطالعہ کرنے والا ہر شخص اتفاق کرے گا کہ مسیح نے پُرانے عہد نامہ کے اختیار کے تصدیق کی ہے کیونکہ اُس نے خُود اُس کے اختیار کو مانا ہے۔ مَیں اِس کو واضح کرنے کے لئے تین مثالیں پیش کرتا ہُوں۔

پہلی، مسیح نے اپنے شخصی کردار کے سلسلہ میں اِس کے اِختیار کو مانا ہے۔ چنانچہ اُس نے شیطان کی آزمائشوں کا بائبل سے اقتباسات پیش کر کے مقابلہ کیا۔ بعض اوقات کہا جاتا ہے کہ مسیح نے "شیطان کو" آیات پیش کیں، لیکن یہ دُرست نہیں ہے۔ زیادہ صحیح یہ ہے کہ اُس نے شیطان کی موجُودگی میں اپنے آپ کو آیات پیش کیں۔ کیونکہ جب شیطان نے اُسے بادشاہت پیش کی بشرطیکہ وُہ اُسے گر کر سجدہ کرے تو اُس نے جواب دیا:

"اے شیطان دُور ہو کیونکہ لکھا ہے کہ تُو خُداوند اپنے خُدا کو سجدہ کر اور صرف اُسی کی عبادت کر" (متی ۴: ۱۰)۔

مسیح اِس آیت کا اِطلاق شیطان پر نہیں کر رہا تھا بلکہ اپنے پر۔ وُہ کلامِ مُقدّس کے ذریعہ جانتا تھا کہ پرستش کا سزاوار صرف خُدا ہے۔ پس وُہ خُدا کی فرمانبرداری کرے گا۔ بطور انسان وُہ خُدا کی عبادت کرے گا نہ کہ شیطان کی۔ اِس کے لئے لفظ "گگرا پتائی" (لکھا ہے) کافی تھا۔ اُسے شیطان سے بحث یا بات چیت کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اِس بات کا کلامِ مقدّس نے پہلے ہی فیصلہ کر دیا تھا۔ خُدا کے کلام کے اِختیار کے بارے میں خُدا کے بیٹے کی یہ قبولیت نہایت اہم ہے۔

دُوسری، مسیح نے عہدِ عتیق کی تابع فرمانی اپنے مشن کے سلسلہ میں کی۔ غالباً وُہ عہدِ عتیق کے مُطالعہ کے وسیلہ اپنے مسیح موعُود ہونے کے بارے میں سمجھ چکا تھا۔ وُہ جانتا تھا کہ وُہ یسعیاہ کے صحیفے کا دُکھ اُٹھانے والا خادم اور دانی ایل کی کتاب کا ابنِ آدم دونوں ہی ہے۔ چنانچہ اُس نے قبول کر لیا کہ وُہ اپنے جلال میں صرف دُکھ اور موت کی شاہراہ پر گام زن رہنے ہی سے داخل ہو سکتا ہے۔ پس اُس نے اِس ضرورت کے احساس کے تحت ہی یہ فرمایا کہ

"ضرور ہے کہ ابنِ آدم بہت دُکھ اُٹھائے اور بزرگ اور سردار کاہن اور فقیہہ اُسے رد کریں اور وُہ قتل کیا جائے اور تین دن کے بعد جی اُٹھے" (مرقس ۸: ۳۱)۔

ایسا کیوں ضروری تھا؟ کیونکہ کلامِ مُقدّس کا یہی فرمان تھا۔ اُس نے رضاکارانہ اور دیدہ دانستہ اپنے آپ کو جو کچھ کلامِ مُقدّس میں مرقوم تھا اُس کے اختیار کے

ماتحت کر دیا اور ارادہ کیا کہ وُہ اُسے ضرور پُورا کرے گا۔ پس جب پطرس نے اُسے گتسمنی باغ میں گرفتاری سے بچانے کی کوشش کی تو اُس نے اُس کو اپنی تلوار میان میں رکھنے کو کہا۔ اُسے اپنی حفاظت کے لئے انسانی مدد کی ضرورت نہیں تھی۔ کیا وُہ اپنے باپ سے محافظ فرشتوں کو بھیجنے کی درخواست نہیں کر سکتا تھا؟ اُس نے اِس کی حسب ذیل وجہ بتائی:

"مگر وُہ نوشتے کہ یُوں ہی ہونا ضرور ہے کیونکر پُورے ہونگے؟"
(متیّ ۲۶: ۵۴)۔

اپنے جی اُٹھنے کے بعد بھی وُہ اِسی خیال کا حامی تھا، اور اُس نے اِماؤس کی راہ پر دو شاگردوں اور اپنے پیروکاروں کے ایک بڑے گروہ کے سامنے بھی اِس بات کی تصدیق کی۔

"کیا مسیح کو یہ دُکھ اُٹھا کر اپنے جلال میں داخل ہونا ضرور نہ تھا؟ ... یہ میری وُہ باتیں ہیں جو مَیں نے تم سے اُس وقت کہی تھیں جب تمہارے ساتھ تھا کہ ضرور ہے کہ جتنی باتیں مُوسیٰ کی توریت اور نبیوں کے صحیفوں اور زبُور میں میری بابت لکھی ہیں پُوری ہوں" (لُوقا ۲۴: ۲۶، ۴۴)۔

تیسری، یسوعؔ مسیح نے اپنی گفتگو کے دَوران پُرانے عہد نامہ کے اختیار کو مانا۔ جب کبھی بھی اُس نے مذہبی راہنماؤں سے بات چیت کی اور اُن میں اختلاف رائے پیدا ہُوا تو اُس نے ہمیشہ ہی کلام مُقدّس کو حرفِ آخر قرار دیا۔ وُہ اُن سے دریافت کرتا کہ "توریت میں کیا لکھا ہے؟ تُو کس طرح پڑھتا ہے" (لُوقا ۱۰: ۲۶)۔ اور "کیا تم نے یہ نوشتہ بھی نہیں پڑھا ...؟" (مرقس ۱۲: ۱۰)۔ مسیح کا اُن کے بارے میں سب سے بڑا اعتراض یہ تھا کہ وُہ کلام مُقدّس کی عزّت نہیں کرتے۔ فریسی اُس میں اضافہ کرتے تھے جبکہ صدُوقی اُس میں سے کُچھ کم کرتے تھے۔ لہٰذا اُس نے فریسیوں سے کہا:

"تم خُدا کے حُکم کو ترک کر کے آدمیوں کی روایت کو قائم رکھتے ہو ... یُوں تم خُدا کے کلام کو اپنی روایت سے

جو تم نے جاری کی ہے باطل کر دیتے ہو"
(مرقس ۷: ۹، ۱۳)۔

اور اُس نے صدُوقیوں سے کہا:

"کیا تم اِس سبب سے گُمراہ نہیں ہو کہ نہ کتابِ مُقدّس کو جانتے ہو نہ خُدا کی قدرت کو؟" (مرقس ۱۲: ۲۴)۔

پس یہ روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ یسوعؔ مسیح نے شخصی طور پر کلامِ مُقدّس کے اختیار کو مانا۔ اُس کے لئے اُس کے اپنے اخلاقی معیار ہیں، اپنے مقصد کو سمجھنے میں اور یہودی راہنماؤں کے ساتھ گفتگو میں، جو کُچھ کلامِ مُقدّس نے فرمایا، وُہ فیصلہ کُن تھا۔ اُس نے تصدیق کرتے ہُوئے کہا کہ "کتابِ مُقدّس کا باطل ہونا ممکن نہیں" (یوحنّا ۱۰: ۳۵)۔ اور

"مَیں تم سے سچ کہتا ہُوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلے گا جب تک سب کُچھ پُورا نہ ہو جائے" (متیّ ۵: ۱۹)۔

ہمیں ایک بھی مثال نہیں مِلتی کہ مسیح نے عہدِ عتیق کے الہامی ہونے کا انکار کیا ہو۔ البعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ مسیح نے اپنے پہاڑی وعظ میں ایسا کیا جب اُس نے کہا کہ "تم سُن چُکے ہو کہ کہا گیا تھا ... لیکن مَیں تم سے یہ کہتا ہُوں"۔ لیکن یہاں مسیح مُوسیٰ کی مخالفت نہیں کر رہا بلکہ فقیہوں کی جو مُوسوی تعلیم کو بگاڑتے تھے یعنی کلامِ مُقدّس کی نہیں جو کہ خُدا کا کلام ہے بلکہ روایات کی جو آدمیوں کی اختراع تھی۔ تمام موجُود شہادتوں سے ظاہر ہے کہ مسیح عہدِ عتیق کے اختیار کو دِل سے قبُول کرتا تھا اور اُس نے اپنی زندگی اُس کے تحت بسر کی۔ لہٰذا یہ بات کسی طرح بھی قابلِ قبول نہیں ہو سکتی کہ مسیح کے پیروکار عہدِ عتیق کے اختیار کے بارے میں اُس کے نظریہ سے کمتر نظریہ رکھیں۔

نئے عہد نامہ کے لئے مسیح کا انتظام

مسیح یسوعؔ نے جس طریقے سے عہدِ عتیق کی تصدیق کی، اُسی طرح نئے

عہد نامہ کی نہیں کی، کیونکہ اُس وقت تک نئے عہد نامہ کی کتب ضبطِ تحریر میں نہیں آئی تھیں۔ پس اب سوال یہ ہے کہ اگر نئے عہد نامہ کا تعلق ابھی مستقبل سے تھا تو مسیح اُس کی تصدیق کیسے کر سکتا تھا؟

اِس سوال کا جواب رسُولوں کے مُقرر کئے جانے میں ملتا ہے۔ ایسا معلُوم ہوتا ہے کہ مسیح نے بھانپ لیا تھا کہ پُرانے عہد نامہ سے مِلتے جُلتے نئے عہد نامہ کی بھی ضرُورت ہے۔ پُرانے عہد نامہ میں خُدا اِسرائیل کو مخلصی دینے اور اُنکی عدالت کرنے میں سرگرمِ عمل رہا اور اُس نے نبی بھیجے تاکہ جو کُچھ وُہ کر رہا ہے وُہ اُس کی تفسیر کریں اور اُسے ضبطِ تحریر میں لائیں۔ اِس کے بعد خُدا دُنیا کو مخلصی دینے اور اُس کی عدالت کرنے میں مسیح کے ذریعہ سرگرمِ عمل رہا۔ لیکن کیا خُدا کا مسیح میں یہ سب سے بڑا اور آخری مکاشفہ آئندہ نسل کے لئے ضائع جائے گا؟ نہیں۔ اِس کے لئے بھی بااِختیار قلمبند کرنے اور تفسیر کرنے والوں کی ضرُورت تھی۔ پس مسیح نے اِس کے لئے اِنتظام کیا۔ اُس نے بڑی احتیاط سے (ایک پُوری رات دُعا کرنے کے بعد) ۱۲ شاگردوں کو چُنا، مُقرر کیا اور پھر اُن کو تربیّت دی اور اُنہیں اپنی گواہی دینے کا اِختیار بخشا جیسے کہ عہدِ عتیق کے زمانہ میں خُدا نے انبیاءؑ کو چُنا تھا:

> "اُن دِنوں میں ایسا ہُوا کہ وُہ پہاڑ پر دُعا کرنے کو نِکلا اور
> خُدا سے دُعا کرنے میں ساری رات گُذاری۔ جب دِن ہُوا
> تو اُس نے اپنے شاگردوں کو پاس بُلا کر اُن میں سے بارہ
> چُن لئے اور اُنکو رسُول کا لقب دِیا" (لُوقا ۶: ۱۲-۱۳)۔

مسیح کے تمام پیروکار "شاگرد" تھے اور اُن میں سے صِرف ۱۲ کو "رسُول" مُقرر کیا گیا۔ نئے عہد نامہ میں اِس لقب کے اِستعمال کے مُطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اگرچہ کلیسیاؤں کے رسُول تھے جو تقریباً موجُودہ دَور کے مشنریوں کے برابر تھے (مثلاً ۲-کرنتھیوں ۸: ۲۳؛ اعمال ۱۳: ۱-۳؛ ۱۴: ۱۴؛ فلپّیوں ۲: ۲۵)، تاہم خاص معنوں میں مسیح کے رسُولوں کا حلقہ محدُود تھا۔ اِن میں وُہ بارہ جنہیں مسیح نے مُقرر کیا، متیاہ (جس نے یہوداہ کی جگہ لی)، پولُس، خُداوند کا بھائی یعقوب اور شاید ایک دو اور شامل تھے۔ اگرچہ ایک لحاظ سے تمام کلیسیا رسُولی ہے کیونکہ مسیح اُسے اپنے کام کے لئے دُنیا میں

بھیجتا ہے اور اگرچہ ہر ایک مسیحی کو مسیح کے اِس کام میں مصرُوف ہونا چاہیئے، تاہم نئے عہد نامہ میں لفظ "رسُول" عام مسیحیوں کے لئے نہیں ہے۔ یہاں تک کہ پولُس کے وفادار اور قابلِ اعتماد ساتھی مثلاً تیمتھیس وغیرہ رسُول نہیں تھے۔ پولُس دیدہ دانستہ اپنے اور اُن کے درمیان اِس اِمتیاز کو قائم رکھتا ہے۔ چنانچہ وُہ کلسّیوں کے نام اپنے خط کو یُوں شرُوع کرتا ہے:

"پولُس کی طرف سے جو خُدا کی مرضی سے مسیح یسوعؔ کا رسُول ہے اور بھائی تیمتھیس کی طرف سے"۔ تیمتھیس بھائی تھا جیسے کہ تمام مسیحی بھائی ہیں۔ لیکن پولُس کی مانند مسیح کا رسُول نہیں تھا۔

جدید تحقیق یہ بتاتی ہے کہ یُونانی لفظ "اپوستولوس"[1] ارامی لفظ "شلیاخ"[2] کے مُترادف ہے۔ "شلیاخ" یہُودیت میں ایک ایسا شخص تھا جس کا ایک معیّن کردار تھا۔ یہ شخص صدرِ مجلس کا نمائندہ ہوتا تھا جسے اسیری کے دوران کونسل کی طرف سے لوگوں کو تعلیم دینے کے لئے بھیجا جاتا تھا۔ اُسے ویسے ہی سمجھا جاتا تھا جیسے کہ بھیجنے والا خود تھا۔ باالفاظِ دیگر، وُہ مختارِ کُل تھا جو اپنے بھیجنے والے شخص یا تنظیم کے اختیار سے بولتا تھا۔ جس طرح کہ ترسیس کا ساؤل "سردار کاہنوں سے اختیار اور پروانے لیکر" دمشق کے عبادت خانوں کو جاتا تھا (اعمال ۲۶: ۱۲ مقابلہ کیجئے ۹: ۱-۲ اور ۲۲: ۵)۔

مسیح نے بھی اِسی پس منظر کے پیشِ نظر بارہ[۱۲] کو چُنا اور اُنہیں دیدہ دانستہ یہ لقب عطا کیا۔ رسُول، اُس کے ذاتی نمائندے تھے جنہیں اُس نے اپنے نام میں بولنے کا اِختیار دیا تھا۔ جب اُس نے انہیں باہر بھیجا تو کہا "جو تُم کو قبول کرتا ہے وُہ مجھے قبول کرتا ہے" (متیؔ ۱۰: ۴۰؛ یوحنا ۱۳: ۲۰)۔

ایسا معلُوم ہوتا ہے کہ یسوعؔ مسیح کے رسُولوں میں چار[۴] شرائط کا پُورا ہونا لازمی تھا۔

پہلی، اُنہیں مسیح نے شخصی طور پر بُلایا اور اپنا اِختیار دیا ہو۔ یہ شرط اُن بارہ[۱۲]

۱؎ apostolos ۲؎ shaliach

میں صاف نظر آتی ہے اور پولُس نے بھی اِسی قسم کا دعوےٰ کیا۔ اُس نے اپنے رسُولی اِختیار کا بڑی سختی سے دفاع کیا۔ اُس کا اِصرار تھا کہ وُہ "نہ انِسانوں کی جانب سے نہ انسان کے سبب سے بلکہ یسوع مسیح اور خُدا باپ کے سبب سے جس نے اُس کو مُردوں میں سے جلایا رسُول ہے" (گلتیوں ۱:۱)۔ اِس کا مزید اظہار پولُس کی مسیح کے ساتھ اُس گفتگو سے ہوتا ہے جسے لوقا نے اعمال کی کتاب میں درج کیا ہے۔ وہاں ہمیں مسیح خُداوند کے وُہ الفاظ مِلتے ہیں جو اُس نے اُسے مُقرر کرتے وقت کہے تھے: یعنی "میَں تجھے ... بھیجتا ہُوں" یا "میَں تجھے رسُول بناتا ہوں" (اعمال ۲۶: ۱۷ مُقابلہ کیجئے ۲۲: ۲۱)۔

دُوسری، وُہ چشم دید گواہ ہوں۔ مرقس بتاتا ہے کہ مسیح نے "بارہ" کو مُقرر کیا تاکہ اُس کے ساتھ رہیں اور وُہ اُنکو بھیجے کہ منادی کریں" (مرقس ۳: ۱۴)۔ یہاں "بھیجے" کے لئے یُونانی میں وُہی لفظ ہے جس سے رسُول کا لفظ نکلا ہے۔ اور اُن کی رسالت کے کام کے لئے خاص اہلیت یہ تھی کہ وُہ "اُسکے ساتھ رہیں"۔ بعینہٖ مسیح خُداوند نے اپنی وفات سے چند دِن پیشتر اُن کو کہا تھا:

"اور تُم بھی گواہ ہو کیونکہ شرُوع سے میرے ساتھ ہو"

(یوحنا ۱۵: ۲۷)۔

پس اُس نے اُنہیں مواقع فراہم کئے کہ وُہ اُس کے کلام کو سُنیں اور اُس کے کاموں کو دیکھیں تاکہ بعد میں وُہ جو کچھ اُنہوں نے دیکھا اور سُنا اُس کی گواہی دے سکیں۔ اُن کے لئے سب سے اہم بات یہ تھی کہ وُہ اُس کے مُردوں میں سے جی اُٹھنے کے گواہ ہوں (مُقابلہ کیجئے ۱۔یوحنا ۱: ۱-۳)۔ اِسی وجہ سے متیاہ کو چُنا گیا تھا کہ "وُہ اِس خِدمت اور رسالت کی جگہ لے جسے یہُوداہ چھوڑ کر اپنی جگہ گیا" (اعمال ۱: ۲۱-۲۶)۔

بلاشُبہ یہ درُست ہے کہ پولُس اُن بارہ میں سے نہیں تھا اور نہ وُہ اُس طرح چشم دید گواہ تھا جس طرح کہ وُہ تھے، اور غالباً اُس نے مسیح کو اُس کی جسمانی صُورت میں بھی کبھی نہیں دیکھا تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ پولُس نے جو تین سال عرب میں گذارے جہاں اُسے وُہ خوشخبری مِلی جسکے متعلق وُہ کہتا ہے کہ "یسوع مسیح کی طرف سے مجھے اُسکا مکاشفہ ہُوا" (گلتیوں ۱: ۱۱، ۱۲، ۱۷، ۱۸) وُہ مسیح کی تین سالہ

عام خِدمت کو پُورا کرنے کے لئے تھے جس میں وُہ شامِل نہ ہُوا تھا۔ ممکن ہے ایسا ہی ہو، تاہم وُہ رسُول ہونے کی دُوسری شرط یعنی مسیح کی قیامت کے گواہ ہونے کو پُوری کرتا تھا ۔ وُہ کہتا ہے "کیا میَں رسُول نہیں؟ کیا میَں نے یسوع کو نہیں دیکھا جو ہمارا خُداوند ہے؟" (۱۔کرنتھیوں ۹: ۱)۔ بلاشُبہ یہ اشارہ اُس واقعہ کی طرف ہے جبکہ اُس نے دمشق کی راہ پر مسیح کو دیکھا تھا۔ اگرچہ یہ مسیح کے صعودِ آسمانی کے بعد کا واقعہ ہے، تاہم وُہ دعوےٰ کرتا ہے کہ جی اُٹھے مسیح کا یہ ظہُور حقیقی اور دیدنی تھا اور یہ بھی کہتا ہے کہ یہ آخری ظہُور تھا۔ جی اُٹھنے کے بعد مسیح کے ظہُورات کی فہرست پیش کرتے ہُوئے آخر میں وُہ کہتا ہے:

"سب سے پیچھے مجھ کو جو گویا اُدھورے دِنوں کی پیدائش ہُوں دِکھائی دیا۔ کیونکہ میَں رسُولوں میں سب سے چھوٹا ہُوں ..." (۱۔کرنتھیوں ۱۵: ۸، ۹)۔

تیسری، اُسے پاک رُوح کی غیر معمُولی تحریک مِلی ہو۔ پچھلے باب میں ہم نے دیکھا تھا کہ پاک رُوح کا دِل کو روشن کرنا اور اُس میں سکُونت کرنا، یہ خُدا کے ہر ایک فرزند کا تجربہ ہے۔ یہ صِرف رسُولوں تک ہی محدُود نہیں تھا۔ لیکن پاک رُوح کی خِدمت جسکا وعدہ مسیح نے رسُولوں کے ساتھ کیا وُہ لاثانی ہے جیسا کہ اِن الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے:

"میَں نے یہ باتیں تُمہارے ساتھ رہ کر تُم سے کہیں۔ لیکن مددگار یعنی رُوح اُلقدس جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وُہی تمہیں سب باتیں سِکھائے گا اور جو کچھ میَں نے تُم سے کہا ہے وُہ سب تمہیں یاد دلائیگا"

(یوحنا ۱۴: ۲۵، ۲۶)۔

"مجھے تُم سے اور بھی بہُت سی باتیں کہنا ہے۔ مگر اب تُم اُنکی برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وُہ یعنی سچائی کا رُوح آئے گا تو تُم کو تمام سچائی کی راہ دِکھائے گا..."

(یوحنا ۱۶: ۱۲، ۱۳)۔

CS CamScanner

ان وعدوں کا اطلاق بعض اوقات تمام مسیحیوں پر بھی ہوتا ہے۔ بلاشبہ، اِس کا ضمنی اِشارہ ہم سب کی طرف بھی ہے۔ لیکن اِس کا بنیادی اِشارہ اُن رسُولوں کی طرف ہے جو اُس وقت بالاخانہ میں مسیح کے گرد جمع تھے۔ بدیں وجہ وُہ اُن سے کہہ سکا: "مَیں نے یہ باتیں تمہارے ساتھ رہ کر تم سے کہیں" اور "مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہے مگر اب تم اُنکی برداشت نہیں کر سکتے"۔

مسیح کا اُن کے ساتھ وعدہ دُوہری نوعیت کا تھا۔ پہلی، پاک رُوح اُس تعلیم کی جو مسیح نے اُن کو دی یاد دہانی کرائے گا۔ دُوسری، وُہ تمام سچائی میں جسے وُہ اس وقت برداشت نہیں کر سکتے اُن کی راہنمائی کرنے میں مدد کرے گا۔ اِن وعدوں کی سب سے بڑی تکمیل، اناجیل کو تحریر کرنے اور نئے عہدنامہ کے خطوط لکھنے میں ہُوئی۔

چوتھی، اُنہیں معجزات کرنے کی قدرت دی گئی۔ اعمال کی کتاب کو "رسُولوں کے اعمال" کہنا بالکل درست ہے (مقابلہ کیجئے اعمال ۱:۱، ۲؛ ۲:۴۳؛ ۵:۱۲)۔ اور پولُس رسُول "نشانوں اور عجیب کاموں اور معجزوں" کو سچے رسُول ہونے کی علامتیں بتاتا ہے (۲-کرنتھیوں ۱۲:۱۲)۔ نیز رسُولوں کو معجزات کی قدرت دینے کا مقصد اُن کے رسُولی کام اور پیغام کو مضبوط بنانا بھی تھا۔

"اتنی بڑی نجات سے غافل رہ کر ہم کیونکر بچ سکتے ہیں؟ جس کا بیان پہلے خداوند کے وسیلہ سے ہُوا اور سُننے والوں سے ہمیں پایۂ ثبوت کو پہنچا
اور ساتھ ہی خدا بھی اپنی مرضی کے موافق نشانوں اور عجیب کاموں
اور طرح طرح کے معجزوں اور رُوح القدس کی نعمتوں کے ذریعہ
سے اُسکی گواہی دیتا رہا" (عبرانیوں ۲:۳-۴)۔

اِن چار باتوں کی وجہ سے رسُول لاثانی تھے۔

رسُولوں کے اِختیار کی تصدیق

رسُولوں کی لاثانیت کے بارے میں ہمارے تاثر کی تصدیق دو طرح سے ہوتی ہے۔ پہلا، وُہ اِس کے متعلق خود بھی جانتے تھے، لہٰذا اُنہوں نے نئے

عہدنامہ میں اپنی رسالت کے متعلق اپنی آگاہی کا مظاہرہ کیا۔ یہ پولُس اور یُوحنّا کے بارے میں یقیناً درست ہے۔ پولُس، نہ صرف اپنے رسُول ہونے کے اِختیار کا دفاع کرتا ہے (جیسے کہ ہم پہلے دیکھ چکے ہیں) بلکہ اُس کی یقین دہانی بھی کراتا ہے۔ ذرا اُن ہدایات کو سُنئے جو اُس نے تھسلنیکے کی کلیسیا کو دیں:

"خداوند میں ہمیں تم پر بھروسا ہے کہ جو حکم ہم تمہیں دیتے ہیں اُس پر عمل کرتے ہو اور کرتے بھی رہو گے ... اے بھائیو! ہم اپنے خداوند یسوع مسیح کے نام سے تمہیں حکم دیتے ہیں ... جب ہم تمہارے پاس تھے اُس وقت بھی تم کو یہ حکم دیتے تھے ... ایسے شخص کو ہم خداوند یسوع مسیح میں حکم دیتے اور نصیحت کرتے ہیں ... اگر کوئی ہمارے اِس خط کی بات کو نہ مانے ..."

(۲-تھسلنیکیوں ۳:۴، ۶، ۱۰، ۱۲، ۱۴)۔

یہ "ہم" کون ہیں؟ یہ رسُولی اِختیار کی جمع ہے۔ اور یہ کون ہے جو اِس اختیار سے حکم دیتا اور اُسے ماننے کا مطالبہ کرتا ہے؟ یہ مسیح کا ایک رسُول ہے جو مسیح کے نام میں بولتا ہے۔ وُہ دعوے کرتا ہے کہ یہ مسیح ہے جو اُس میں اور اُس کے وسیلے سے کلام کرتا ہے (۲-کرنتھیوں ۱۳:۳)۔ نتیجتہً جب وُہ پہلی مرتبہ گلتیوں کو ملنے گیا تو اگرچہ بیماری کی وجہ سے اُس کا چہرہ بگڑ گیا تھا، اُنہوں نے اُس سے نفرت نہیں کی بلکہ حقیقتاً اُسے خداوند یسوع مسیح کے فرشتہ کے طور پر قبول کر لیا (گلتیوں ۴:۱۴)۔ پولُس اُنہیں اِس غیر معمولی تعظیم و تکریم کے لئے ملامت نہیں کرتا۔ اِس کے برعکس اُن کا یہ رویّہ درست تھا کیونکہ وُہ یسوع مسیح کا رسُول، ایلچی، اور بااختیار نمائندہ تھا۔

یُوحنّا بھی رسُولی اختیار کے لئے جمع کا صیغہ استعمال کرتا ہے (مثلاً ۳-یُوحنّا آیت ۹) اور اپنی اُس تعلیم کی طرف جو اُس نے پہلے پہل اُنہیں دی تھی متواتر متوجہ کراتا رہتا ہے۔ جھوٹے اُستادوں کے پیشِ نظر وُہ اُنہیں یہاں تک لکھنے کی جراُت کرتا ہے کہ

CamScanner

"ہم خدا سے ہیں۔ جو خدا کو جانتا ہے وہ ہماری سنتا ہے۔ جو خدا سے نہیں وہ ہماری نہیں سنتا۔ اسی سے ہم حق کی روح اور گمراہی کی روح کو پہچان لیتے ہیں" (۱۔یوحنا ۴ : ۶)۔

باالفاظِ دیگر، یوحنا اپنے قارئین کے سامنے ایک ایسی کسوٹی پیش کرتا ہے جس سے وہ درست اور غلط تعلیم میں امتیاز کر سکتے ہیں۔ جھوٹے اُستاد اپنی بطالت کا اظہار ایسے کریں گے کہ وہ یوحنا کی نہیں سنیں گے جبکہ سچے مسیحی رسولی اختیار کو مان کر اپنے آپ کو مضبوط بنائیں گے۔

دوسرا طریقہ جس سے رسولوں کا لاثانی اختیار ظاہر ہوتا ہے یہ ہے کہ ابتدائی کلیسیا نے اُسے مانا۔ مثلاً رسولی زمانہ کے فوراً بعد، غالباً ۱۱۰ء کے قریب جبکہ ہنوز یوحنا رسول نے وفات پائی ہی تھی، انطاکیہ کے بشپ اغناطیسوس[1] نے ایشیائے کوچک اور یورپ کی متعدد کلیسیاؤں کو خطوط لکھے۔ اپنے رومیوں کے نام خط میں (باب ۴) وہ لکھتے ہیں:

"میں پطرس اور پولس کی طرح آپ کو حکم نہیں دیتا۔ وہ رسول تھے جبکہ میں ایک نالائق شخص ہوں"۔

وہ بشپ تھے۔ لیکن وہ اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ بشپ کے اختیار کا رسولوں کے اختیار سے مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔

جب چوتھی صدی میں بالآخر کلیسیا نے فیصلہ کیا کہ کن کتب کو نئے عہدنامہ کی فہرستِ مسلّمہ میں شامل کیا جانا چاہیئے تو ایک شرط یہ تھی کہ کیا یہ کتاب رسولوں کی طرف سے ملی ہے یعنی کیا اس کا مصنّف رسول ہے؟ اگر نہیں تو کیا اُسے ایسے شخص نے لکھا ہے جو رسولوں کے حلقۂ احباب میں تھا اور اُن کا اختیار اس میں پایا جاتا ہے؟ یہاں یہ بتانا بے جا نہ ہوگا کہ نئے عہدنامہ کی تمام کتب رسولوں کے قلم سے نہیں نکلیں۔ لیکن غالباً یہ بات مان لی گئی تھی کہ اگر کسی کتاب میں رسولی مُہرِ تصدیق پائی جاتی ہے تو اُسے "رسولی" تحریر مان لینا چاہیئے۔ مثلاً لوقا کے بارے میں یہ

---

[1] Ignatius

جانی پہچانی حقیقت ہے کہ وہ پولس رسول کا ساتھی تھا اور مرقس کے بارے میں آبائے کلیسیا پپیاس اور ایرینیئس بتاتے ہیں کہ "وہ پطرس کا مترجم تھا اور کہ اُس نے مسیح اور اُس کی تعلیم کے بارے میں پطرس رسول کی یادداشتوں کو بڑی دیانتداری سے قلمبند کیا"۔ یوں کلیسیا کسی لحاظ سے بھی فہرستِ مسلمہ کی کتب کو بااختیار نہیں بنا رہی تھیں بلکہ وہ صرف اُس اختیار کو جو پہلے ہی اُن میں موجود تھا قبول کر رہی تھی۔

اب ہم تمام بحث کا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔ مسیح نے عہدِ عتیق کے اختیار کی تصدیق کی ہے۔ اُس نے اپنے رسولوں کو اپنے نام میں تعلیم دینے کا اختیار دیکر نئے عہدنامہ کے لئے بھی انتظام کیا۔ پس اگر ہم مسیح کے اختیار کو مانتے ہیں تو ہمیں کتابِ مقدس کے اختیار کو بھی ماننا پڑے گا۔ یہ مسیح کی وجہ ہی سے ہے کہ مسیحی عہدِ عتیق اور عہدِ جدید دونوں کو قبول کرتے ہیں۔

چند نتائج

آخر میں میں کتابِ مقدّس کے اختیار کو قبول کرنے کی درستی اور معقولیت پر زور دینا چاہتا ہوں۔

پہلا، کتابِ مقدّس کے اختیار کو قبول کرنا مسیحی کام ہے۔ یہ مسیحی ایمان اور فروتنی کی اچھی سمجھ ہے۔ یہ بنیادی طور پر مسیحی بات ہے کیونکہ مسیح خود ہم سے یہی چاہتا ہے۔ کتابِ مقدّس کے بارے میں روایتی نظریہ (کہ یہ خدا کا کلام ہے) یعنی مسیحی نظریہ ہے کیونکہ مسیح بھی کتابِ مقدّس کے بارے میں یہی رویّہ رکھتا تھا۔

دوسرا، ہمیں مسائل کے بارے میں کیا کرنا چاہیئے؟ بائبل کو خدا کا کلام مان لینے کے بعد ہمیں یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ اب کوئی مسئلہ نہیں رہا۔ حقیقت یہ ہے کہ اب بھی بہت سے مسائل حل طلب ہیں، مثلاً ادبی، تواریخی، الٰہیاتی اور اخلاقی۔ ہمیں اِن کے ساتھ کیا کرنا چاہیئے؟ کیا بائبل کے اختیار کی لاثانیت کو قبول کرنا عقلی طور پر درست ہوگا جبکہ اتنے مسائل اُسے گھیرے ہوئے ہیں؟ ہاں درست ہوگا۔ ہمیں کتابِ مقدّس کے مسائل کے بارے میں وہی رویّہ اختیار کرنا چاہیئے جو

ہم اُن مسائل کے بارے میں اختیار کرتے ہیں جو مسیحی تعلیمات سے اُبھرتے ہیں۔ ہر ایک مسیحی تعلیم کے مسائل ہیں۔ کوئی تعلیم بھی اُن سے کُلیتہً آزاد نہیں۔ مثلاً خُدا کی محبّت کی تعلیم کو لیجئے۔ ہر ایک مسیحی خواہ وُہ کسی بھی فرقے سے تعلق کیوں نہ رکھتا ہو، یہ ایمان رکھتا ہے کہ خُدا محبّت ہے۔ یہ مسیحیت کی بنیادی تعلیم ہے۔ اگر کوئی یہ ایمان نہیں رکھتا تو وُہ مسیحی نہیں ہے۔ لیکن اِس سے جو مسائل اُبھرتے ہیں وُہ بہت ہیں۔ مثال کے طور پر ہمیں اُس وقت کیا کرنا چاہیئے جب کوئی خُدا کی محبّت کے پیشِ نظر ہم سے بُرائی یا بلاوجہ دُکھ اُٹھانے کا سوال کرتا ہے؟ ہم اِس مسئلے کو حل کرنے کی کوشش تو کریں گے اَور مُمکن ہے ہمیں کُچھ نئی روشنی بھی مِلے لیکن ہم اُسے مکمّل طور پر حل نہیں کر سکتے۔ تو پھر ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟ کیا ہم اِس بات پر ایمان رکھنا ترک کر دیں کہ خُدا محبّت ہے جب تک کہ تمام مسائل حل نہ ہو جائیں؟ نہیں۔ ہمیں اِس ایمان پر کہ خُدا محبّت ہے قائم رہنا چاہیئے خواہ اُس سے مُتعلق مسائل حل ہوں یا نہ ہوں کیونکہ مسیح نے اِس کی تعلیم دی اَور اِس کا مظاہرہ بھی کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم یہ ایمان رکھتے ہیں کہ خُدا محبّت ہے۔ اُس سے مُتعلق مسائل ہمارے ایمان کو مُتزلزل نہیں کر سکتے۔

پس یہی بات کتابِ مُقدّس کے بارے میں بھی صحیح ہے۔ اگر کوئی ہمارے پاس ظاہری تضاد یا کوئی ادبی مسئلہ لیکر آئے تو ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟ ظاہر ہے کہ ہم پہلے اُسے حل کرنے کی کوشش کریں گے اَور مُمکن ہے ہمیں کوئی نئی روشنی بھی مِلے۔ لیکن شاید ہم اُسے پُورے طور پر حل نہ کر سکیں گے۔ تو پھر ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟ کیا ہم کتابِ مُقدّس پر ایمان رکھنا چھوڑ دیں جب تک کہ اُس کے بارے میں تمام مسائل حل نہ ہو جائیں؟ نہیں۔ ہم اُن مسائل کے باوجُود خُدا کے کلام پر ایمان رکھیں گے۔ اِس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ خُداوند یسُوعؔ مسیح نہ صرف اُس پر ایمان رکھتا تھا بلکہ اُس نے اُس کا مظاہرہ بھی کیا۔

تیسرا، اختیار کے سوال کا تعلق بالآخر مسیح کے خُداوند ہونے سے ہے۔ "تم مجھے اُستاد اَور خُداوند کہتے ہو اَور خُوب کہتے ہو کیونکہ مَیں ہُوں" (یُوحنّاؔ ۱۳:۱۳)۔ اگر مسیح یہ مُچ ہمارا اُستاد اَور خُداوند ہے تو پھر ہم یقیناً اُس کی

تعلیم اَور اختیار کے ماتحت ہیں۔ پس لازم ہے کہ ہم اپنے ذہن کو اُس کے ماتحت کریں کیونکہ وُہ ہمارا اُستاد ہے اَور اپنی مرضی کو اُس کے تابع کریں کیونکہ وُہ ہمارا خُداوند ہے۔ ہمیں اُس سے مُتفق نہ ہوتے یا اُس کی نافرمانی کرنے کی آزادی حاصل نہیں ہے۔ پس ہم کتابِ مُقدّس کے اِختیار کو اِس لئے مانتے ہیں کیونکہ ہم مسیح کے اختیار کو مانتے ہیں۔

مزید مُطالعہ کے لئے

۱۔ گھر میں روشنی۔
۲۔ طلُوعِ مسیحیت۔
۳۔ سات اِنجیلی الفاظ۔

یہ سب کتابیں مسیحی اشاعت خانہ ۳۶ فیروز پور روڈ لاہور۔۱۶ سے مِل سکتی ہیں۔

بائبل مُقدّس خُدا کا کلام ہے جس میں اُس نے انسان کی نجات کے منصوبہ کو ازل سے لیکر ابد تک بیان کیا ہے اور اس کا مرکز و محور یسوع المسیح ہے۔ پس ضرورت ہے کہ ہم بائبل کو بہتر طور پر جانیں تاکہ اپنی زندگی کے بارے میں خُدا کے مقصد و ارادہ کو اور یسوع المسیح کی معرفت اُس نے ہماری نجات کا جو انتظام کیا ہے اُسے سمجھ سکیں۔

اسی مقصد کے پیشِ نظر مُصنّف نے اس سلسلۂ کتب میں بائبل کے دینیاتی، سماجی، جغرافیائی اور تاریخی پس منظر کا جائزہ لیا ہے تاکہ بائبل کے مقصد و مقام اور اُسکے پیغام کو سمجھنے میں مدد مل سکے، اسکی تعلیمات پر بہتر طور پر عمل کیا جا سکے اور ہماری زندگیاں خُدا کے ازلی ارادہ کے مطابق ڈھل سکیں۔

اس سلسلۂ کتب کے مُصنّف پادری جان۔ آر۔ سٹاٹ ایک معروف مُبشّر اور مُصنّف ہیں۔

CamScanner